رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

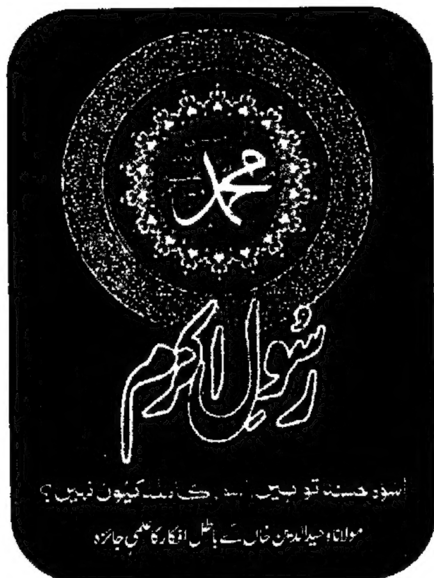
اسوۂ حسنہ تو ہیں اسوۂ کاملہ کیوں نہیں

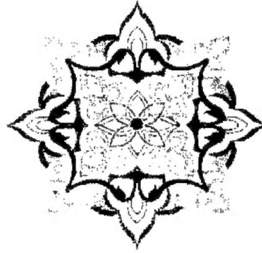
مولانا وحید الدین خاں کے باطل افکار کا علمی جائزہ

تالیف: پروفیسر خالد حامدی

تدوین: عبدالوارث ساجد




محمد
رسول اکرم
مولانا وحید الدین خاں کے باطل افکار کا علمی جائزہ



◀ نام کتاب : رسول اللہ ﷺ
[illegible]

◀ تالیف : پروفیسر فضل الرحمٰن حامدی

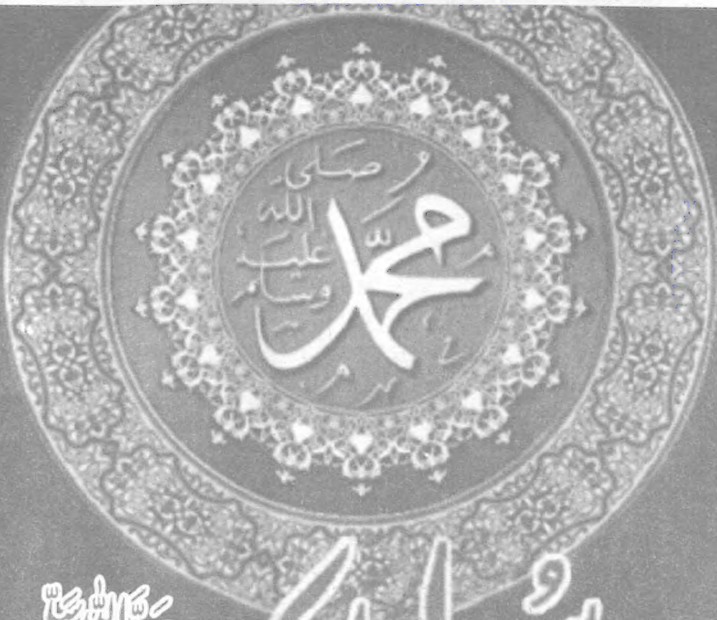
◀ تدوین : عبدالوارث ساجد

◀ اشاعت : مارچ 2011ء

◀ قیمت : 40 روپے



پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان
0321-4275767, 0300-4516709
www.subheroshan.com



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

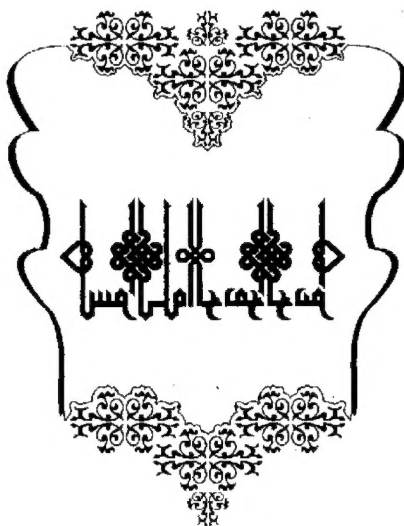
اسوہ حسنہ تو ہیں، اسوہ کاملہ کیوں نہیں؟

مولانا وحید الدین خاں کے باطل افکار کا علمی جائزہ

پروفیسر حافظ عبد الرحمن مدنی
عبد الوارث ساجد

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان
0321-4275767, 0300-4516709
www.subheroshan.com





فہرست

رسول اللہ ﷺ

اسوۂ حسنہ تو ہیں، اسوۂ کاملہ کیوں نہیں......؟



حرفِ تمنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو بے حساب احسانات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی اصلاح وفلاح کے لیے نبوت ورسالت کا مقدس سلسلہ جاری فرمایا۔ انبیاء مرسلین کا یہ سلسلہ ہزاروں سال جاری رہا یہاں تک کہ رحمت عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس سلسلہ کو ختم فرمادیا گیا اور آپ ﷺ کے ذریعے وہ آخری اور مکمل تعلیم و ہدایت بھیج دی گئی جو ابد الآباد تک بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتی رہے گی یعنی قرآن حکیم۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاک کتاب کو ہر دور میں محفوظ اور روشن رکھنے کے لیے ایسے ظاہری اور باطنی انتظامات فرمادیے کہ چشم بینا رکھنے والوں کے لیے یہ اللہ جل شانہ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی اور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے معجزوں میں سے ایک زندہ معجزہ ہے۔ قرآن حکیم نے ہم کو بتایا کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے اور اس میں زندگی کے ہر پہلو کی راہنمائی ہے مگر کچھ روشن خیال حلقے اپنی گمراہ کن باتوں سے ثابت کرنے میں لگے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کی زندگی اسوۂ حسنہ تو ہے، اسوۂ کاملہ نہیں۔ اس سلسلے میں بھارت کے وحید الدین خاں سب سے زیادہ متحرک نظر آتے ہیں۔

وحید الدین خاں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اپنی سحر انگیز تحریروں اور تقریروں سے اس نے بڑی تعداد میں لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح جہاد کا تو وہ منکر ہے ہی، تقریباً دو سال قبل اس نے ایک نئی شیطانی فکر پیش کردی کہ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ''اسوۂ حسنہ'' تو ہے لیکن ''اسوۂ کاملہ'' نہیں، اس لیے مسلمانوں کو مسیح ماڈل کی پیروی کرنی چاہیے۔

جیسے انگریز نے مسلمانوں میں تفریق ڈالنے، جہاد کو منسوخ ثابت کرنے اور اسلام کی اجتماعیت کی شکل کو مسخ کرنے کے لیے غلام احمد قادیانی کو بطور نبی پیش کیا ایسے ہی اب وہی ایجنڈا لئے وحید الدین خاں میدان میں اترے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی خامیوں کو اجاگر کرنے اور اسلام کو نعوذ باللہ

ناقص دین ثابت کرنے کے لیے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور مغربی آقاؤں کی خوشنودی و امداد پر اپنے افکار باطلہ کو مسلمانوں میں پھیلا کر انتشار کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

ائمہ کفر کا تو ابد سے ہی یہ طریقہ رہا ہے کہ مسلمان جیسے بھی ہوں محکوم رہیں اور اسلام مغلوب۔ اس کے لیے وہ ہر ممکن حربہ استعمال کرتے ہیں وحید الدین خاں جیسے اشخاص کو وہ ہر دور میں سامنے لاتے رہے ہیں تاکہ ان کا ایجنڈا پورا ہو سکے۔ ایسے ہی حربے اب بھی آزمائے جا رہے ہیں۔

بھارت سے شائع ہونے والے جریدے ماہنامہ ''اللہ کی پکار'' کے مدیر ڈاکٹر پروفیسر خالد حامدی صاحب نے اپنے جریدے میں وحید الدین کے شیطانی افکار کا ایک علمی جائزہ لیا، پاکستان میں ماہنامہ ''چشمِ بیدار'' کے مدیر محترم احمد سرور صاحب نے اسے شائع کیا اور بعد ازاں پندرہ روز ''المنبر'' فیصل آباد میں مدیر اعلیٰ محترم ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب نے اسے قسط وار شائع کیا۔ ہم پیارے نبی اکرم ﷺ کی حرمت کے دفاع اور تردید باطل نظریات کے طور پر اس مضمون کو ''صبح روشن'' کے پلیٹ فارم سے پیش کر رہے ہیں۔ مضمون کی افادیت اور تسہیل کے لیے ہم نے اسے میں ذیلی سرخیاں بھی بنا دی ہیں تاکہ قاری کو آسانی رہے۔ اللہ رب العزت محترم پروفیسر خالد حامدی حفظہ اللہ، جناب احمد سرور صاحب اور ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب کو جزائے خیر سے نوازے۔ جنھوں نے اپنے تئیں پیارے نبی اکرم ﷺ کی حرمت کے دفاع اور عوام کو اس فتنے سے بچانے کے لیے کردار پیش کیا۔ ہم جناب حافظ محمد آصف رشید کے بھی ممنون ہیں جنھوں نے کتاب کا سرِ ورق تیار کیا۔ اللہ سب کی سعی و محنت قبول فرمائے۔

والسلام

عبدالوارث ساجد

یکم فروری 2011ء

چوبرجی لاہور

مولانا وحید الدین خاں کے افکار ونظریات، علمی ودینی حلقوں میں زیرِ بحث رہتے ہیں۔ ان پر شدید تنقید کی جاتی ہے اور دلائل کی روشنی میں ان کے ابطال کی کاوشیں جاری رہتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا وحید الدین خاں کی سوچ کے کئی ایک زاویئے، کسی بھی طور اسلامی تعلیمات سے میل نہیں کھاتے۔ یہ شائد غیر اسلامی معاشرے میں رہنے کا ثمر ہے یا ان کی اپنی افتادِ طبع کہ وہ اپنے نظریات کو برحق ثابت کرنے کے لئے پوری اسلامی تاریخ کو بھی مسخ کرنے سے گریزاں نہیں رہتے۔ تاریخ اسلام کی جلیل القدر شخصیات ان کے طعن وتشنیع کا ہدف بنتی ہیں۔ جس کسی نے بھی اسلامی غیرت کی بات کی، جہاد پر اکسایا، ان کا قلم، گرزِ گراں بن کر ان کے سروں پر برستا ہے، حتیٰ کہ اگر کسی نے پان اسلام ازم کے نظریے کے لئے بھی جدوجہد کی تو وہ بھی ان کے نزدیک موجب ملامت قرار پاتا ہے۔ جمال الدین افغانی رحمہ اللہ ہوں یا علامہ اقبال رحمہ اللہ، یا اسی نوع کے دیگر مفکرین، ان سب کا انتہائی حقارت آمیز تذکرہ ہمیں ان کی تحریروں میں ملتا ہے۔

انتہائی حیران کن امر یہ ہے کہ جب اُمتِ مسلمہ کا کوئی فرد، طبقہ یا جماعت، عالم کفر کی کسی پالیسی، اقدام یا اسلام دشمنی پر مبنی کارروائی پر غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے اسلام سے جذباتی وابستگی کا

اظہار کرتا ہے تو متجد دین کا پورا گروہ لٹھ لیے ان کے پیچھے پڑ جاتا ہے، لیکن جب یہی لوگ اپنے نظریات کے مخالفین کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، کچھ تحریر کرتے ہیں تو ان کی جذباتی کیفیت دیکھی نہیں جاتی۔ وہ ان کے بارے میں الزام تراشی اور القاب نوازی کی تمام حدود پھلانگتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔

اسوۂ حسنہ کے حوالے سے مولانا وحید الدین خاں کی گل افشانی کا، جو محاکمہ جناب پروفیسر خالد حامدی نے کیا ہے، وہ انتہائی مدلل بھی ہے اور چشم کشا بھی۔

آیئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ غیر اسلامی معاشروں میں رہنے والے ایسے سکالرز کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق سے بھی نوازیں۔ آمین

ڈاکٹر ...

مدیر اعلیٰ پندرہ روزہ المنبر فیصل آباد

رسول اللہ ﷺ

اسوۂ حسنہ تو ہیں، اسوۂ کاملہ کیوں نہیں؟

مولانا وحید الدین خاں کے باطل افکار کا علمی جائزہ

وحید الدین خاں نے اپنے رسالے ماہ نامہ ''الرسالہ'' نئی دہلی، جون ۲۰۰۷ء کے شمارے میں صفحہ ۶-۲ ''مسیحی ماڈل کی آمدِ ثانی'' میں اپنے قارئین کے سامنے یہ انکشاف فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا اُسوہ ''اُسوۂ حسنہ'' تو ہے، لیکن ''اُسوۂ کاملہ'' نہیں ہے، اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کو نظریاتی طور سے تو فائنل پیغمبر مانا جائے گا، لیکن عملی طور سے آپ کو فائنل ماڈل سمجھنا اللہ کے قائم کردہ قانونِ فطرت کی تنسیخ کے ہم معنی ہے، اس لئے اب اس زمانے میں جزوی طور سے محمدی ماڈل قابلِ انطباق (applicable) نہ رہے گا، اس کے بجائے مسیحی ماڈل جزوی طور سے قابلِ انطباق ہو جائے گا۔ اس طرح وحید الدین خاں نے اسلام کے عقیدۂ رسالت، ختم نبوت اور اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعے تکمیلِ دین پر انتہائی خطرناک کاری وار کیا ہے۔ یہ خیالات صریحاً رسالتِ محمدی ﷺ کے انکار پر مبنی تھے جنہیں شانِ رسالت میں گستاخی سے تعبیر کیا گیا۔

کیا رسول اللہ ﷺ کا اسوہ، اسوۂ کاملہ نہیں ہے

اس کے بعد ''الرسالہ'' نئی دہلی اکتوبر ۲۰۰۷ء کے شمارے میں بھی وحید الدین خاں نے پھر اپنے اسی فاسد خیال کو غلط طور پر کچھ مثالیں دے کر انتہائی بھونڈے طریقے سے ثابت کرنے کی ناکام

کوشش کی کہ اللہ کے رسول ﷺ کا اُسوہ ''اُسوۂ حسنہ'' تو ہے، لیکن ''اُسوۂ کاملہ'' نہیں ہے یعنی اس دور میں اللہ کے رسول ﷺ کا اُسوہ ہماری رہنمائی نہیں کر پا رہا ہے۔ آپ کے اُسوے میں قابلِ تقلید عناصر نہیں ہیں، اس لئے جزوی طور سے ہی سہی، محمدی ماڈل کے بجائے مسیحی ماڈل مسلمانوں کو اختیار کرنا چاہیے، کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا اُسوہ، اُسوۂ کاملہ نہیں ہے، یعنی بصورتِ دیگر نعوذ باللہ آپ کا اُسوہ، اُسوۂ ناقصہ ہے، اس لئے اب مسلمانوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں (followers) کے ساتھ مل کر مسیحی ماڈل کی پیروی کرنی چاہیے، (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خاں صاحب نے جتنی مثالیں اس ضمن میں پیش کی ہیں، وہ سب کی سب اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوۂ حسنہ اور اُسوۂ کاملہ کی مثالیں ہی ہیں۔ اسلام کی شکل مسخ کرنے کی کوششیں ان کے بارے میں تفصیل سے آگے بتایا جائے گا، لیکن اس سے پہلے ہم اپنے قارئین کو اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے کہ موجودہ زمانے میں جب کہ کمیونزم کے زوال کے بعد عالمی طور سے اسلام کو مغربی تہذیب کے ایک متوقع دشمن کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، اور یہ ثابت کرنے کی مسلسل کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلام اس دور میں قابلِ عمل نہیں ہے، بعض مسلمان طبقوں کی احتجاجی، متشددانہ انتہا پسندی کی مثالیں دے کر اسلام کو تشدد اور دہشت گردی کا دین قرار دیا جا رہا ہے، اور امریکہ و یورپ، عالمِ اسلام کی اصلاح کے لئے مسلمان ممالک کی سرحدوں کے اندر فوجی دراندازی سے بھی باز نہیں آیا ہے اور احسان جتاتے ہوئے ان کی بالجبر تربیت واصلاح کے لئے مسلسل کوشاں ہے اور جن مسلمان ممالک میں اس نے مداخلت نہیں بھی کی ہے، وہاں مغربی تسلط کے آگے سرنگوں ہو جانے کی مسلسل دھمکیاں دے رہا ہے۔

قرآن کو دہشت گردی کے ایک بڑے ذریعے کے طور پر متعارف کرایا جا رہا ہے اور مسلمانوں سے مسلسل یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ جہاد وقتال اور اختلاف سے متعلق آیات کو حذف کر کے قرآن کو طاغوت کی خواہشات کے مطابق از سرِ نو ترتیب دیا جائے، بلکہ الفرقان الحق کے نام سے عیسائی تعلیمات کی تبلیغ کرتا ہوا ایک اسلام مخالف ترمیم وتحریف شدہ قرآن، مسلمانوں کے لئے پیش بھی کر

دیا گیا ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں، عیسائی مشنریاں زور وشور سے عالمِ اسلام میں مسیحیت کو اسلام سے برتر اور فائق قرار دینے پر تلی ہیں اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے اَن تھک جدوجہد اور کاوش میں مصروف ہیں۔ ایسے موقع پر دنیا کے سامنے یہ بتایا جائے کہ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا اُسوہ، اُسوۂ حسنہ ہوتے ہوئے بھی اُسوۂ کاملہ نہیں ہے، اس لئے موجودہ دور میں وہ پورے طور سے قابلِ انطباق نہیں ہے، چنانچہ محمدی ﷺ ماڈل کے بجائے مسلمانوں کو جزوی طور ہی سے سہی، مسیحی ماڈل اختیار کر لینا چاہیے کہ یہی حکمِ ربی ہے۔

اصل میں یہ سوال ان ہی کے ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے، جن کی نظروں سے خاں صاحب کی تحریریں گزرتی نہ رہی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ظاہری طور سے خاں صاحب اس وقت پورے طور سے اسلام مخالف ایجنڈے پر کاربند ہیں۔ اگرچہ وہ اسلام، دعوت اور آخرت، تقویٰ، خوفِ خدا وغیرہ جیسے الفاظ کی تکرارِ محض کررہے ہوتے ہیں، لیکن اس سب سے ان کی مراد ایک ایسے بے اثر و بے نتیجہ اسلام کی ہوتی ہے، جو طاغوت اور طاغوتی طاقتوں کے لئے نہ صرف یہ کہ انتہائی نرم چارہ ہو، بلکہ وہ طاغوتی ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں انتہائی معاون ومددگار ہو، جو مسلمانوں کو محکومی ومغلوبی کا سبق ہی نہ دے رہا ہو، بلکہ وہ اسے اسلام وانسانیت کی اعلیٰ قدر قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو اس پر راضی ومطمئن کرنے کی مسلسل کوشش میں بھی لگا ہوا ہو۔

غلام احمد قادیانی کے مشن کی تکمیل

اس اعتبار سے اگر جائزہ لیا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں مرزا غلام احمد قادیانی نے، مسلمانوں کو محکومیت ومغلوبیت سے بھرپور فکری غذا دینے کی کوشش کی، انتہائی معمولی فرق سے وہی کام، خاں صاحب بیسویں صدی کے آخر اور اکیسویں صدی کے شروع میں انجام دے رہے ہیں۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں فکری وحربی اعتبار سے مغربی مسیحی طاقتیں عالمِ اسلام پر یلغار میں مصروف تھیں، بلکہ ان طاقتوں نے مسلمان حکومتوں کا خاتمہ کرکے انہیں اپنا مجبور ومقہور اور محکوم بنالیا تھا، اس وقت مرزا غلام

احمد قادیانی انگریزوں کے پشت پناہ بن کر سامنے آئے اور مسلمانوں کو جہاد وقتال سے روکنے، انگریزوں کا ہم نوا بننے اور ان کی محکومی پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی مسلسل تلقین کرتے رہے۔ مسلمان حکومتوں کے مقابلے میں عیسائی انگریز حکومتوں کو اللہ کی نعمت قرار دیتے رہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے اپنی زبان وقلم کی تمام صلاحیتیں وقف کر دیں۔ اپنی بات کو مؤثر بنانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے مہدی، مجدد، محدث، مثیلِ مسیح، مسیحِ موعود اور پھر بروزِ محمد وغیرہ کی اصطلاحات استعمال کیں، اور اس بات کو سمجھانے کی کوشش کی کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وہ معروف ومشہور مسلم عقیدے کے برخلاف اب اس دنیا میں نہیں آئیں گے، البتہ ان کی جگہ پر، ان (مرزا غلام احمد قادیانی) کو محمدی ومسیحی پیغام کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اس طرح عقیدۂ رسالت کے خلاف مرزا قادیانی کھلم کھلا میدان میں نکل آیا اور آخر میں اس نے اپنے سلسلے میں نبی ورسول کا دعویٰ کر کے ختمِ رسالت ہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔

وحید الدین خاں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی انتہائی پسندیدہ شخصیت ہیں، جنھوں نے مسلمانوں کو ''چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی'' پر بھر پور طریقے سے آمادہ کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں جہاد سے باز رکھنے کی پوری بازی لگا دی، لیکن بات ماننے کے بجائے انہیں انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا گیا۔

(تجدید دین: وحید الدین خان، ص ٤٥۔٤٤)

حیرت انگیز طور سے وحید الدین خاں، مرزا غلام احمد قادیانی کے محبوب رول کو از سرِ نو زندہ کرنے کے لئے ایک ایسے دور میں سامنے آئے ہیں، جب کہ عیسائی مغرب کی یلغار مسلمان ممالک پر شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی ہے۔ مسلمان ممالک ایک عرصے تک سیاسی طور سے مغرب کے محکوم ومقہور رہے، اب بظاہر آزاد ہوتے ہوئے بھی فکری ونظریاتی طور سے محکوم ہیں۔ وہ مرزا قادیانی کے مانند مسلمانوں کو مسلسل ترکِ جہاد وقتال کی تعلیم دے رہے ہیں، جب کہ مسیحی مغرب، بیسویں اور اکیسویں صدی میں بدترین خون ریزی اور مسلسل جنگوں میں مبتلا ہے، جس میں اس نے کروڑوں

معصوموں کا بے گناہ خون بہایا ہے۔ لاکھوں انسانوں کو ذہنی و جسمانی اعتبار سے ناکارہ کیا ہے اور انسان کے تحفظ و بقا کے لئے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ذرائع پیداوار کو تباہ کیا ہے، اس سنگین صورتِ حال میں مسلمانوں کو مسلسل ترکِ جہاد کی تلقین کی جا رہی ہے اور انہیں فکری و نظریاتی طور سے محکومیت کا خوگر بنایا جا رہا ہے۔

جہاد اور اجتماعی زندگی کی حوصلہ شکنی

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وحید الدین خاں ایک طرف مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کی تلقین کرتے، تو دوسری طرف انہیں صبر و استقامت کی تاکید کرتے ہوئے اسلامی جہاد و قتال کے اصول و ضوابط بتاتے اور انہیں بار بار تنبیہ کر رہے ہوتے کہ دشمن سے مقابلہ آرائی میں انتقامی جذبات کار فرما نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ جنگ کے بدترین سے بدترین حالات میں بھی اسلامی اصول و ضوابط کی سختی کے ساتھ پابندی کرنی چاہیے۔ نہیں، ایسے بدترین دور میں جہاں انہوں نے مسلمانوں کے درمیان سے جہاد ہی کو کالعدم کرنے کی کوشش کی، وہیں دوسری طرف اسلام میں اجتماعیت کو بے اثر بنانے کے لئے اس پر زور دینا شروع کیا کہ:

''اسلام صرف بندے اور اللہ کے درمیان انفرادی رابطے کی چیز ہے، کوئی اجتماعی نظام نہیں، جس کے قیام کے لئے تحریک چلائی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ تفرق فی الدین ہوگا۔''

(ماهنامه الرساله، نئی دهلی، جولائی ۱۹۸۰ء ص ۲۳)

اسلام تو اجتماعیت سکھاتا ہے

اب اس کو کیا کہا جائے کہ اسلام کا خمیر تو اجتماعیت ہی سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے ارکان، اس کی فرض عبادات، اس کی مشاورت، اس کی حکومت، اس کے قوانین، اس کی سزائیں، اس کی جنگیں، اس کی صلح و مصالحت، ان سب کا تعلق اجتماعیت سے ہے۔ اگرچہ یہ سب اُمور اللہ کی رضا جوئی و خوش نودی اور محبت و اطاعت الٰہی کے حصول کے لیے ہی انجام دیے ہوتے ہیں۔ بندے و رب کے درمیان عبدیت والے مزید ربط و تعلق میں اضافے کے لیے اللہ تعالیٰ نے

نوافل کا انتظام رکھا ہے، جن کا تعلق صرف نمازوں ہی سے نہیں، بلکہ تمام عبادات ومعاملات واخلاق میں قدر زائد سے ہے۔ (وَمَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ) (صحیح البخاری) جہاں قرآن مجید میں مذکورہ ۹۰ فیصد احکام وقوانین کا تعلق اجتماعیت وحکومت سے ہے، وہاں نماز، زکوٰۃ وغیرہ کا تعلق بھی اصلاً اجتماعیت وحکومت سے ہے۔(القرآن ، الحج ۲۲:۴۱)

اجتماعی زندگی کو اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے، اس کی بنا پر غیر اجتماعی زندگی کو فرد کی دینی موت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور علیحدہ علیحدہ نہ ہو۔'' (آل عمران(۳) ۱۰۳)

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں، جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔

(۱)......اجتماعیت

(۲)......سمع

(۳)......طاعت

(۴)......ہجرت

(۵)......جہاد فی سبیل اللہ۔

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا، اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا، الّا یہ کہ وہ پھر جماعت کی طرف پلٹ آئے، جس نے جاہلیت (افتراق وانتشار) کی دعوت دی تو وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر چہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے؟ فرمایا: ہاں اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔'' (جامع الترمذی، مسند احمد، مستدرك للحاكم)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے دست وبازو رہنے والے خلیفۂ دوم امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اجتماعیت کے سلسلے میں اس طرح بتاکید وضاحت فرماتے ہیں:

''اسلام بغیر اجتماعیت کے نہیں، اجتماعیت بغیر حکومت کے نہیں اور حکومت بغیر اطاعت کے نہیں۔'' (سنن الدارمی)

بہکانے کی تدبیریں

لیکن مسلمانوں کی نظروں میں اسلامی حکومت کی اہمیت کو بے اثر بنانے کے لئے جب قرآن و سنت اور تعامل صحابہ و تابعین وائمہ ومحدثین سے دلیل نہ ملی تو ابلیس کی مدد سے ازخود انہوں نے ایک دلیل گھڑی۔ ملاحظہ فرمائیں خاں صاحب کے عصری اسلوب والی تحریر کو اور داد دیں خاں صاحب کے ساتھ ابلیس ملعون کو کہ وہ انسان کو بہکانے کے لئے کیا کیا تدبیریں سجھاتا ہے:

''اسلام میں سیاسی اقتدار کی وہ اہمیت ہی نہیں، جو مسلم رہنماؤں نے بطور خود سمجھ لیا تھا۔ قدیم زمانے میں مسلمانوں کو طویل مدت تک سیاسی اقتدار اس لئے ملا، کیوں کہ قدیم زمانے میں آخری کلامِ الٰہی (قرآن) کی کامل حفاظت کے لئے سیاسی اقتدار کی حمایت ضروری تھی۔ پرنٹنگ پریس کی ایجاد کے بعد خود پرنٹنگ پریس قرآن کی حفاظت کا ضامن بن گیا۔ اس کے بعد سیاسی اقتدار کی حیثیت اس پہلو سے ایک اضافی (relative) چیز بن گئی۔ اس بنا پر یہ ہوا کہ سیاسی اقتدار کے حق میں خدا کی خصوصی حمایت باقی نہ رہی۔'' (ماهنامه الرساله، نئی دهلی، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص٦)

یہ صحیح ہے کہ بنیادی عقیدے کی درستگی اور ارکانِ اسلام وعبادات پر عمل کے بغیر حکومت بے مقصد ہے، وہیں مسلمانوں کی اجتماعیت، حکومت کے بغیر بے معنی ہے۔

خاں صاحب نے جب یہ محسوس کیا کہ ان کی دلیل کی تو کوئی بنیاد ہی نہیں ہے اور بغیر مضبوط دلیل کے ان کی بات تو بالکل بے وزن ہو جائے گی تو اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں جسارت اور بے ہودگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو اُسوۂ کاملہ ماننے سے انکار کر دیا اور مسلسل زور دے کر یہ ثابت کرنے میں لگ گئے کہ اُسوۂ حسنہ کا مطلب اُسوۂ کاملہ نہیں ہوا کرتا۔ اب ذرا عصری اسلوب میں اسلام کی ترجمانی کرنے والے خاں صاحب سے کوئی یہ تو دریافت کرے کہ جو اُسوۂ کامل نہ ہو، ناقص ہو، وہ اُسوۂ حسنہ یعنی عمدہ یا بہترین کیسے ہو جائے گا اور

جس کا اُسوہ قیامت تک کے لئے قابلِ عمل نہ ہو، وہ خاتم النبیین ہونے کے منصب پر کیسے فائز سمجھا جائے گا؟ ایسی صورت میں تو مرزا غلام احمد قادیانی کا تصورِ نبوت ہی صحیح قرار پائے گا، پھر کسی نہ کسی کو رسول و نبی کے نام سے یا کسی اور طریقے سے یہ مقام دینا پڑے گا کہ اس کے اُسوے پر عمل کر کے دنیا و آخرت کو کامیاب بنایا جائے۔ دراصل یہی وہ قادیانی ماڈل ہے، جس کی ترجمانی وحید الدین خاں صاحب کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہی اسوۂ کاملہ ہے

عربی میں ''اُسوہ'' قابلِ تقلید نمونے کو کہتے ہیں۔ اسلام میں یہ بات دین کی اساسیات سے تعلق رکھتی ہے کہ آخری نبی محمد ﷺ کی اتباع کی جائے، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں اطیعوا اللہ ''اللہ کی اطاعت کرو'' آیا ہے، وہاں وہاں عام طور سے اطیعوا الرسول ''رسول کی اطاعت کرو'' بھی آیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بات بھی بتا دی گئی کہ رسول کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' (النساء(٤) : ٨٠)

پھر اس بات کو بھی واضح کیا گیا کہ رسول کو اطاعت کرانے ہی کے لئے بھیجا جاتا ہے:

''ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے، وہ اسی لیے بھیجا، کہ اس کی ،اللہ کے حکم سے، اطاعت کی جائے۔'' (النساء(٤): ٦٤)

پھر اس کے معاً بعد اللہ فرماتا ہے:

''سو قسم ہے تمہارے رب کی! یہ ہرگز صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے اختلاف میں آپ کو حَکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ ان میں کریں، ان کے سلسلے میں اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ اسے قبول کر لیں''۔ (النساء(٤) : ٦٥)

ان آیات کے بعد بھی اس شخص کو بدقسمت ہی کہا جائے گا، جو اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع و اطاعت سے یہ کہہ کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کرے کہ آپ کا اُسوۂ، اُسوۂ کاملہ نہ تھا اور آپ کے علاوہ کسی

اور کی اتباع کو ضروری قرار دے، چاہے وہ اتباع سابقہ نبی ہی کی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ آج موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی پیروی کرتے۔(متفق علیہ)اللہ کے رسول ﷺ اپنے اُسوۂ حسنہ و کاملہ کے سلسلے میں دیکھئے! کتنے عمدہ طریقے سے روشنی ڈالتے ہیں:

''میری اور انبیاء کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی محل ہو، اس کی تعمیر عمدگی کے ساتھ ہوئی ہو اور اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو، دیکھنے والے اس عمارت کا چکر لگاتے، اس کے حسنِ تعمیر پر حیرت کرتے، بجز اس اینٹ کی جگہ کے، تو میں ہی وہ ہوں جس نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا ہے۔ مجھ پر تعمیر ختم ہوگئی اور مجھ پر نبوت بھی ختم ہوگئی۔'' (صحیح مسلم)

اس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کو نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا کہ آپ ﷺ کے آنے کے بعد اسلام بھی مکمل صورت میں ہمارے سامنے آگیا اور آپ ﷺ کا اُسوہ بھی مکمل و بہترین صورت میں ہمیں بتا دیا گیا ہے۔

کیا پرنٹنگ پریس ہی قرآن کا محافظ ہے

نبی کاذب مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح وحید الدین خاں بھی اپنی تحریروں میں بے جا سے بے جا دلیل سے یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام میں نہ تو کوئی اجتماعی نظام ہے اور نہ سیاسی نظام، اس لیے اہلِ اسلام کو نہ تو حکومت کی ضرورت ہے اور نہ ہی اسلامی حکومت کو جہاد و قتال کی۔ گزشتہ زمانوں میں حکومت کی ضرورت اس لیے تھی کہ قرآن کی حفاظت مقصود تھی، لیکن پرنٹنگ پریس کی ایجاد کے بعد خود پرنٹنگ پریس قرآن کی حفاظت کا ضامن بن گیا، اب مسلمانوں کے سیاسی اقتدار و حکومت کی حیثیت ایک اضافی چیز اور قدر زائد کی ہوگئی ہے۔

(ماہنامہ الرسالہ، نئی دھلی، دسمبر ۲۰۰۶ء ''مسلم تاریخ۔ایک جائزہ'' ص ٦،٥،٤)

خاں موصوف نے اس دعوائے محض کی کوئی دلیل نہ دی، گویا خاں موصوف جو فرمائیں، اسے دوسروں کو آنکھ بند کر کے مان لینا چاہیے۔ خاں صاحب کے بے دلیل دعوے کی قلعی خود اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کھل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کی حفاظت سے متعلق فرماتا ہے:

''ہم نے اس ذکر (قرآن) کو بتدریج اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''
(الحجر (١٥): ٩)

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ قرآن کی حفاظت کا ضامن اللہ ہے، نہ تو پرنٹنگ پریس اس کا ضامن ہے اور نہ کوئی حکومت۔ اللہ مختلف شخصیات، ذرائع واسباب کے ذریعے قرآن کی حفاظت کرتا ہے۔ اس میں بظاہر سب سے بڑا ذریعہ شروع سے آج تک اور رہتی دنیا تک، حفظِ قرآن کا رہے گا کہ اگر خدانخواستہ تحریر شدہ مطبوعہ قرآن مجید کسی ذریعے سے غائب بھی کردیے جائیں، تب بھی قرآن، حافظ حضرات کے سینوں میں محفوظ رہے گا۔ قرآنی حفاظت کے اس بے مثال انتظام ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت اور اہلِ حکومت کی ذمے داری قرآن مجید کی حفاظت کی ہی نہیں، بلکہ اس طرح بتائی ہے:

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کو اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ کا نظم قائم کریں، اچھے کاموں کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے منع کریں۔'' (الحج (٢٢): ٤١)

سعودی عرب سے شائع ہونے والے مولانا محمد جونا گڑھی کے ترجمۂ قرآن پر الشیخ صلاح الدین یوسف ﷾ کا تفسیری حاشیہ ہے، جس کی نظرثانی کا کام ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس اور ڈاکٹر اختر جمال لقمان نے انجام دیا ہے۔ اس میں اس آیت کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے:

''اس آیت میں اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف اور اغراض ومقاصد بیان کئے گئے ہیں، جنھیں خلافتِ راشدہ اور قرنِ اول کی دیگر حکومتوں میں بروئے کار لایا گیا اور انہوں نے اپنی ترجیحات میں ان کو سرفہرست رکھا تو ان کی بدولت ان حکومتوں میں امن وسکون بھی رہا، رفاہیت وخوش حالی بھی رہی اور مسلمان سربلند اور سرفراز بھی رہے۔'' (ص ٩٣٦)

قرآن کی مذکورہ آیت سے جہاں اسلامی حکومت کے بنیادی اغراض ومقاصد واضح ہوتے ہیں، وہاں یہ بات بھی واضح طور سے سمجھ میں آتی ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ، ایتاءِ زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اسلامی اغراض ومقاصد، صحیح معنوں میں پورے طور پر تمکن فی الارض اور اقتدار و

حکومت کے بغیر عمل میں نہیں آ سکتے۔

رسالت محمدی ﷺ کو بے اثر بنانے کی کوشش

الرسالہ جون 2007ء میں ایک سوال کے جواب میں ایک حدیث اَلْقُرْآنُ وَالسُّلْطَانُ تَوْاَمَانِ یعنی "قرآن اور اقتدار توام (Twin) بھائی ہیں"، وحید الدین خان نے پیش کی ہے (ص: ۳۰) وہ حدیث بھی یہی بتا رہی ہے کہ قرآن کے احکام کی تنفیذ کے لئے اقتدار ضروری ہے، جب قرآن پر صحیح معنوں میں لوگ عمل کریں گے تو اللہ کی مدد ان کے شاملِ حال رہے گی اور جب اللہ چاہے گا، زمین میں غلبہ و اقتدار انہیں حاصل ہوگا۔ قرآن قیامت تک کے لئے ہے اور اللہ کا وعدۂ اقتدار بھی قرآن پر ایمان و عمل کرنے والے اہلِ ایمان کے لئے قیامت تک ہے۔ اس میں کہیں پر یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ایک دور آئے گا، جب قرآن و اقتدار کے بجائے قرآن و پریس جڑواں بھائی ہو جائیں گے۔ خاں صاحب، غور فرمائیں کہ کیا آپ کا مایہ ناز مزعومہ عصری اسلوب آپ کو اسی قسم کی ذہنی قلابازیوں کی ترغیب دیتا رہتا ہے؟

قرآن اور صاحبِ قرآن اللہ کے رسول ﷺ، دونوں کی تاریخ و سیرت بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ اہلِ اسلام کے اندر توحیدِ جامع کو زندگیوں میں اتارتے اور شرکِ جامع سے اجتناب کرتے ہوئے اجتماعی زندگی کا شعور پیدا ہو، جو انہیں بتدریج اسلامی بنیادوں پر قیامِ حکومت تک لے جائے۔ خاں صاحب قرآن کو تو بازیچۂ اطفال بنا سکتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوۂ حسنہ و سیرتِ مطہرہ سے کس طرح سے اپنا دامن بچایا جائے، اس کے لئے خاں صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی مانند، اللہ کے رسول ﷺ کے منصبِ ختمِ رسالت اور کارِ نبوت ہی کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۴۸ کا حوالہ دیتے ہوئے خان موصوف نے بتایا:

"دین ہدایت کے اشتراک کے باوجود ہر نبی کو ایک ایسی چیز بھی دی گئی، جو دوسرے نبیوں سے مختلف تھی۔ قرآن کے الفاظ میں یہ "منہاج" ہے۔ منہاج سے مراد وہی چیز ہے، جس کو ہم طریق کار (method) کہتے ہیں، یعنی ہر نبی کا دین نظریاتی اعتبار سے ایک تھا، لیکن اس کے انطباق

کے معاملے میں زمانی حالات کے اعتبار سے مختلف طریقے اختیار کئے گئے...... آپ بلاشبہ آخری پیغمبر (final prophet) تھے، لیکن ہر صورت کیلئے آخری نمونہ (final model) نہ تھے، چنانچہ قرآن میں آپ کے لئے اُسوۂ حسنہ کا لفظ آیا ہے، نہ کہ اُسوۂ کاملہ کا (الاحزاب:۲۱) کسی پیغمبر کو فائنل ماڈل سمجھنا خدا کے قائم کردہ قانونِ فطرت کی تنسیخ کے ہم معنی ہے۔ ایسی تنسیخ ممکن نہیں، اس لئے پیغمبر کا فائنل ماڈل ہونا بھی ممکن نہیں۔ فائنل پرافٹ کا تعلق دین کے نظریاتی حصے سے ہے اور نظریاتی اعتبار سے بلاشبہ ایک پیغمبر فائنل پیغمبر ہوسکتا ہے، لیکن ماڈل کا تعلق خارجی حالات سے ہے۔ یہ حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، اس لئے عملی اعتبار سے کوئی ایک پیغمبر فائنل ماڈل نہیں بن سکتا۔ قرآن کی اصطلاح کے مطابق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ پیغمبر اسلام ﷺ ''الدین'' کے اعتبار سے فائنل پیغمبر تھے، لیکن ''منہاج'' کے اعتبار سے آپ فائنل ماڈل نہ تھے، غالباً یہی وجہ ہے کہ حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آخری زمانے میں مسیح دوبارہ نازل ہوں گے۔''

''جیسا کہ معلوم ہے پیغمبر آخرالزماں کا زمانۂ نبوت قیامت تک ہے، اسی لئے اب آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کا شخصی طور پر آنا ناقابلِ فہم بات ہے، اس لئے ان روایات کو درست مانتے ہوئے ان کی صحیح تاویل یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں جو چیز واقع ہوگی، وہ مسیح کی آمدِ ثانی نہیں ہے، بلکہ مسیح کے ماڈل کی آمدِ ثانی ہے، یعنی بعد کے زمانے میں حالات کے اندر ایسی تبدیلیاں واقع ہوں گی کہ حالات کے اعتبار سے حضرت مسیح کا عملی ماڈل زیادہ قابلِ انطباق (applicable) بن جائے گا۔''

(ماهنامه الرساله، جون ۲۰۰۷ء "مسیحی ماڈل کی آمد ثانی"، ص ٤٥)

رسالتِ محمدی ﷺ کو بے اثر بنانے کے لئے ایک دوسرے مقام پر اس بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''آپ خدا کے آخری نبی تھے۔ آپ پر اترنے والی کتاب (قرآن) کو خدا نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا۔ آپ کو جو ''الدین'' دیا گیا، وہ کامل بھی ہے اور ابدی بھی ہے۔ ہر زمانے کے انسانوں کے لئے اللہ کے دین کو جاننے کا یہی واحد مستند ماخذ ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کا دوسرا حصہ وہ

ہے، جس کا تعلق منہاج یا طریقِ کار سے ہے، اس معاملے میں آپ نے رہنما اصول مقرر فرما دیئے ہیں، لیکن جہاں تک عملی طریقے کا تعلق ہے، وہ علمائے اُمت کا کام ہے۔ ہر زمانے کے علماء حالات کے اعتبار سے اس منہاج یا طریقِ کار کو اختیار کریں گے، جو ان کو حالات کے اعتبار سے مؤثر اور مفید نظر آئے۔'' (ماہنامہ الرسالہ، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص ۵)

منہاج سے مراد سنت رسول ﷺ ہے

اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت واتباعِ کامل یا سنتِ مطہرہ کو جس آیت کی تشریح میں بے اثر بنانے کی مفسدانہ کوشش خاں صاحب نے کی ہے، وہ یہ ہے:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ﴾ (المائدہ (۵): ۴۸)

''اور ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے، جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، جو اس سے پیش تر آ چکی ہیں اور ان کی محافظ بھی ہے، اس لئے تم ان کے آپس کے معاملات کا اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آ چکا ہے، اس سے ہٹ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ پڑو۔ تم لوگوں میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے ایک شریعت (دستور) اور ایک راہ رکھی تھی۔'' (ترجمہ آیت مذکورہ)

اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے ''شرعۃ'' سے ہر نبی کی لائی ہوئی تعلیم بالکتاب مراد لی ہے اور منہاج اس پیغمبر کی سنت۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، ضحاک اور سدی (رحمہم اللہ) سب نے یہی مراد لیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس طرح اس آیت میں یہ بات واضح کی گئی کہ جس طرح تمہیں کتاب وسنت کی تعلیم دی گئی ہے، اسی طرح تم سے پہلے کی قوموں یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کو بھی کتاب وسنت کی تعلیم دی گئی تھی، ان دونوں یعنی کتاب وسنت کی پیروی تمہارے اوپر لازمی ہے، تمہیں اس سے ہٹ کر لوگوں کی

مرضی وخواہشات کے مطابق اُمور انجام نہیں دیتے ہیں۔

سورۂ مائدہ کی مذکورہ آیت اور اس کے سیاق وسباق کی آیات میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ شریعت کو نظر انداز کر کے خواہشات کی پیروی نہیں کرنی ہے اور جو لوگ اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں...... ظالم ہیں...... فاسق ہیں۔ (المائدہ (۵):۴۴، ۴۵، ۴۷)

حالانکہ خود وحید الدین خاں نے اپنی تفسیر ''تذکیر القرآن'' میں مذکور آیت کی تشریح میں وہی بات کہی ہے، جو کہ اور لوگوں نے اختیار کی ہے:

''یہاں کتاب سے مراد دین کی اصل اور اساسی تعلیمات ہیں۔ اللہ کی یہ کتاب ایک ہی کتاب ہے اور وہی ایک کتاب زبان اور ترتیب کے فرق کے ساتھ، تمام نبیوں کی طرف اتاری گئی ہے۔ تاہم دین کی حقیقت جس ظاہری ڈھانچے میں متشکل ہوتی ہے، اس میں مختلف انبیاء کے درمیان فرق پایا جاتا ہے...... ظاہری ڈھانچے میں بار بار تبدیلیاں کی گئیں، تاکہ ڈھانچے کی مقصودیت کا ذہن ختم ہو اور خدا کے سوا کوئی اور چیز توجہ کا مرکز نہ بننے پائے...... اب اس قسم کی تبدیلی کا کوئی امکان نہیں، کیوں کہ ڈھانچے کو نبی بدلتا ہے اور نبی اب آنے والا نہیں۔''

(تذکیر القرآن، اوّل: وحید الدین خان، ص۲۶٤، ۱۹۹۰ء، نئی دھلی)

خاں صاحب کی معنوی تعریف

چونکہ اب خاں صاحب کو اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر دینِ اسلام کی ہیئت و ماہیت تبدیل کرنی تھی اور اس میں سے حکومت و اقتدار اور جہاد و قتال وغیرہ کو نکال باہر کرنا تھا اور اس کے رسول ﷺ کے اُسوہ کو غیر کاملہ یعنی اُسوۂ ناقصہ بنا کر اور اسے معطل ومنسوخ کر کے اُسوۂ مسیحی بالفاظ دیگر عیسائیت کے لئے مسلمانوں کا ذہن تیار کرنا تھا، اس لئے قرآن مجید کی سورہ الصّف جو مسلمانوں کے درمیان سے دوعملی و نفاق ختم کرنے اور انہیں متحد ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دلانے کے لئے نازل کی گئی ہے، اس کی یہ آیت خاں صاحب اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے پیش کرتے ہیں:

﴿ يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ج فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ﴾ (الصف ٦١:١٤)

''اے ایمان والو! تم لوگ اللہ کے مددگار بنو، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریین (صحابہ) سے کہا تھا کہ کون ہے جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرا مددگار بنتا ہے؟ حواریین نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار، پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ان پر ایمان لایا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔''

پھر خاں صاحب عصری اسلوب میں یوں گویا ہوتے ہیں:

''اس آیت کا اسلوب ایک غیر معمولی اسلوب ہے، اس لئے کہ اس آیت میں واضح طور پر پیروانِ محمد ﷺ کو پیروانِ مسیح غلبہ اسلام کے ماڈل کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت پر غور کیا جائے تو اس سے ایک نہایت اہم حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہاں خدا نے حال کی زبان میں مستقبل کے معاملے کو بیان فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ تاریخ میں ایسی تبدیلیاں واقع ہوں گی کہ محمدی ماڈل زمانی حالت کی نسبت سے، جزئی طور پر قابلِ انطباق (applicable) نہ رہے گا، اس کے بجائے مسیحی ماڈل، جزئی طور پر قابلِ انطباق بن جائے گا۔'' (الرسالہ، جون ۲۰۰۷، ص ۳)

اس آیت کی جو توجیہہ و تشریح، عیسائیت نواز خاں صاحب نے کی ہے، وہ لفظی و معنوی تحریف کی اتنی بدترین مثال ہے کہ اس پر شاید شیطان بھی شرمندہ ہو گا اور اس پر اظہارِ افسوس کر رہا ہو گا، کیوں کہ یہاں مستقبل کی کوئی بات نہیں بتائی جا رہی ہے اور نہ ہی صیغۂ امر میں حال چھوڑ کر مستقبل پوشیدہ ہوتا ہے، اِلّا یہ کہ اس کا کوئی واضح قرینہ پایا جائے۔ اس آیت میں اہلِ ایمان خصوصاً انصارِ

مدینہ مخاطب ہیں کہ وہ یہودیوں اور منافقین کے کہنے میں نہ آئیں، بلکہ اپنی جان، مال، تن من دھن سے اللہ کی اطاعت کریں اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھرپور طریقے سے حصہ لیں، جس طرح سے عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین (صحابہ) نے اپنی قوم کے علماء اور عوام وخواص کی شدید مخالفت کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت اور دین پر دعوت وعمل کے معاملے میں ان کا مکمل طریقے سے ساتھ دیا، یہی وجہ ہے کہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین کے مانند ''انصار'' کا خطاب دیا، لیکن چوں کہ خان صاحب کو عیسائیت کے مانند، حکومت وسیاست کو اسلام سے خارج کر کے اسے ائمۃ الکفر کے حوالے کرنا تھا، تا کہ طاغوتی حکمران حکومت وسیاست میں من مانی کریں اور پھر ہندوستان کی مانند بچی کھچی نافذ العمل اسلامی شریعت کو بھی آہستہ آہستہ میدانِ عمل سے باہر کر دیں، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دینِ اسلام کو عیسائیت میں تبدیل کرنے والے سینٹ پال اور ان کے متبعین نے کیا تھا، اس کے لئے خان صاحب نے انبیاء کی سیرت بھی داغ دار کرنے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مستقل مؤقف یہ تھا کہ ''جو قیصر کا ہے، وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے، وہ خدا کو دو۔'' اس بارے میں خان صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے میں فلسطین، رومن ایمپائر کے ماتحت تھا۔ رومی بادشاہوں کا خاندانی لقب قیصر (Caesar) ہوا کرتا تھا، کچھ لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال کیا کہ فلسطین میں سیاسی اعتبار سے رومیوں کی حکومت ہے، دوسری طرف ہمارے مذہبی احکام ہیں، اس طرح ہم دوطرفہ تقاضوں کے درمیان ہیں، ایسی حالت میں ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ حضرت مسیح نے جواب دیا کہ رومی حکمراں جو حکم دیں، اس کو مانو، ان سے ٹکراؤ نہ کرتے ہوئے عمل کا جو غیر سیاسی دائرہ باقی رہتا ہے، اس میں اپنے مذہبی تقاضے پورے کرو۔'' (الرسالہ، فروری ۲۰۰۷ء، ص ۱۵)

خاں صاحب کی بددیانتی۔

لیکن خاں صاحب نے عصری اسلوب کے تقاضے پورے کرتے ہوئے یہاں انجیل کی عبارت

پوری نقل نہیں کی اور اس طرح انتہائی بھونڈے طور سے عیسائیوں کے مانند، اللہ کے ایک جلیل القدر رسول پر الزام لگا دیا کہ وہ اللہ کی اتباع کے بجائے مشرک رومی حکمرانوں کے ہر حکم کی اتباع کا حکم دیا کرتے تھے۔

درحقیقت ایک گھناؤنی سازش کے تحت عیسیٰ مسیح علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے علماء وفقہاء کی طرف سے ایک سوال کیا گیا تھا، عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے ان کی اس سازش کو بھانپ لیا اور بہت خوبصورتی سے شریعت کے مطابق جواب بھی دیا اور ان کی سازش کو ناکام بھی بنا دیا۔ ملاحظہ ہو انجیل کی مکمل عبارت:

> ''اس گھڑی فقیہوں اور سردار کاہنوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی، مگر لوگوں سے ڈرے، کیوں کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ اس نے یہ تمثیل ہم پر کہی اور وہ اس کی تاک میں لگے اور جاسوس بھیجے کہ راست باز بن کر اُس کی کوئی بات پکڑیں، تا کہ اس کو حاکم کے قبضے اور اختیار میں دے دیں۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اے استاذ! ہم جانتے ہیں کہ تیرا کلام اور تعلیم درست ہے اور تو کسی کی طرف داری نہیں کرتا، بلکہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے، ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟ اس نے ان کی مکاری معلوم کر کے ان سے کہا: ایک دینار مجھے دکھاؤ۔ اس پر کس کی صورت اور نام ہے؟ انہوں نے کہا: قیصر کا۔ اس نے ان سے کہا: پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔ وہ لوگوں کے سامنے اس قول کو پکڑ نہ سکے، بلکہ اُس کے جواب سے تعجب کر کے چپ ہو رہے۔'' (لوقا انجیل، باب ٢٠، آیات ٢١، ٢٦)

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانے میں وحید الدین خاں جیسے نظامِ باطل کے ہم نوا فقیہ اور سردار کاہن تھے، انہوں نے عیسیٰ مسیح علیہ السلام سے سوال کیا کہ ''ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟'' یہاں سوال De Facto (حقیقتِ واقعہ) کے اعتبار سے نہیں، بلکہ De Jure امرِ شرعی کی حیثیت سے پوچھا جا رہا تھا۔ یہ اس لئے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہیں کہ ہاں خراج دینا روا یا شرعی اعتبار سے جائز ہے تو فقیہ پروپیگنڈا کرتے کہ یہ کیسا رسول و مسیح ہے جو کہ طاغوت کی محکومی کو جائز بتا رہا ہے اور اگر عیسیٰ مسیح علیہ السلام انکار کرتے ہیں تو وہ فوراً فتنہ کھڑا کر دیتے کہ یہ شخص لوگوں کو قیصر سے بغاوت پر

اکسا رہا ہے، جیسا کہ فی الواقع بعد میں انہوں نے یہی الزام لگا کر اپنی دانست میں آپ کو سولی تک پہنچا ہی دیا، لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے دینار لے کر ان سے پوچھا کہ اس پر کس کا نام و تصویر ہے۔ انہوں نے کہا کہ قیصر کی۔ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ جو قیصر کا ہے، یعنی دینار پر کھدا ہوا نام اور تصویر، وہ قیصر کو دے دو اور جو خدا کا ہے یعنی سونا، وہ خدا کو دے دو۔ اس طرح ان کی سازش ناکام ہوئی اور وہ اس عبارت سے تعجب میں مبتلا ہو کر خاموش ہو گئے۔

شریعت کی تعمیل میں بنی اسرائیل کی اضطراری حالت یا ان کی منافقت تو مانع ہو سکتی ہے، لیکن عیسیٰ مسیح علیہ السلام ایک رسول ہونے کے ناطے اللہ کی نافرمانی پر مبنی قوانین کی پیروی کی چھوٹ کس طرح دے سکتے ہیں، جب کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام خود بنی اسرائیل سے فرما رہے ہوں:

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں، بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا، وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا، وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔''

(متی انجیل، باب ۵، آیات ۱۷۔۱۹)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں تلوار چلانے آیا ہوں

عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنے متبعین کے سامنے اس بات کو بھی واضح کر دیا تھا کہ ان کی پیش کردہ دعوت بے ضرر اور سماج و حکومت سے مصالحانہ رویہ اختیار کرنے والی نہیں، جیسا کہ وحید الدین خاں نے محمدی ماڈل کے مقابلے میں مسیحی ماڈل کو موجودہ دور میں قابلِ اختیار بتاتے ہوئے پیش کیا ہے، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ ان کی پیش کردہ دعوت سے زبردست کشمکش اور ٹکراؤ ہو گا:

''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں، بلکہ تلوار چلوانے آیا

ہوں۔ کیوں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں۔ اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے۔ جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے عزیز رکھتا ہے، وہ میرے لائق نہیں۔ جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے، اسے کھوئے گا اور جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوتا ہے، اسے بچائے گا۔''

(متی کی انجیل ، باب ۱۰ ، آیات ۳۴ ، ۳۹)

عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے واضح طور سے آگاہ کیا کہ اس دعوت کے نتیجے میں حکام و بادشاہ ہی نہیں، بلکہ ئی کے اپنے خاندان سے تعلق رکھنے والے رشتے دار بھی اس کے دشمن ہو جائیں گے، ایسی صورت ش آئے تو ان کے اُمتی دعوت سے غافل نہ رہیں اور آزمائش کی صورت میں ہجرت کر جائیں:

''اور تم میرے سبب سے حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے، تاکہ ان کے اور غیر قوموں کے لئے گواہ ہو۔ بھائی کو بھائی قتل کیلئے حوالے کرے گا اور بیٹے کو باپ، اور بیٹے اپنے ماں باپ کے خلاف کھڑے ہو کر ان کو مروا ڈالیں گے اور میرے نام کے باعث سے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے، مگر جو آخر تک برداشت کرے گا، وہی نجات پائے گا۔ لیکن جب تم کو ایک شہر میں ستائیں تو دوسرے کو بھاگ جاؤ۔''

(متیٰ کی انجیل ، باب ۱۰ ، آیات ۱۸ ، ۲۱ ، ۲۳)

سیدنا یوسف علیہ السلام پر تہمت

خاں صاحب نے عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہی کو صرف اپنی اغراضِ فاسدہ کیلئے تختۂ مشق نہیں بنایا، بلکہ اپنے اطل مقاصد کے لئے انہوں نے یوسف علیہ السلام پر اس طرح کیچڑ اُچھالی کہ یوسف علیہ السلام نے رسول و نبی ہوتے ہوئے بھی ایک مشرک بادشاہ کے تحت سرکاری نوکری، محکمہ غذا کی وزارت قبول کر لی۔

(الرسالہ ، جون ۲۰۰۷ء ، ص ٤ / اکتوبر ۲۰۰۷ء ، ص ۱۸)

اس لئے اب اہلِ ایمان کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ہر نظامِ وقت کے تحت محکوم بن کر ہیں اور اس کے تحت ہر قسم کے باطل و ناجائز قوانین کو بھی بسر و چشم قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ وسف علیہ السلام کے بارے میں خاں موصوف نے یہ بالکل غلط اور برعکس تصویر پیش کی ہے، جب کہ ر آنِ مجید اور عہد نامۂ قدیم (تورات) دونوں بالکل دوسری ہی تصویر پیش کرتی ہیں کہ یوسف علیہ السلام

محکوم نہیں، بلکہ ملکِ مصر کے تمام اختیارات کے ساتھ حاکم بنائے گئے تھے، بادشاہ صرف نام کا حکمراں تھا، جب کہ سارے سیاہ وسفید کے مالک یوسف علیہ السلام تھے۔

بائبل کی گواہی

آیئے! اس سلسلے میں سب سے پہلے بائبل کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ مصر کے فرعونِ وقت نے یوسف علیہ السلام کو صرف وزارتِ غذا دی تھی، یا پورے مصر کا حکمراں بنایا تھا:

''سو فرعون نے اپنے خادموں سے کہا کہ کیا ہم کو ایسا آدمی جیسا، یہ ہے، جس میں خدا کی روح ہے، مل سکتا ہے؟ اور فرعون نے یوسف سے کہا: چوں کہ خدا نے تجھے یہ سب کچھ سمجھا دیا ہے، اس لئے تیری مانند دانشور اور عقل مند کوئی نہیں۔ سو تو میرے گھر کا مختار ہوگا اور میری ساری رعایا تیرے حکم پر چلے گی، فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب میں بزرگ تر ہوں گا۔ اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ دیکھ! میں تجھے سارے ملکِ مصر کا حاکم بناتا ہوں، اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی اور اسے باریک کتان کے لباس میں آراستہ کروا کر سونے کا طوق اس کے گلے میں پہنایا اور اس نے اسے اپنے دوسرے رتھ میں سوار کرا کر اس کے آگے آگے یہ منادی کروا دی کہ گھٹنے ٹیکو، اور اس نے اسے سارے ملک مصر کا حاکم بنا دیا اور فرعون نے یوسف سے کہا: میں فرعون ہوں اور تیرے حکم کے بغیر کوئی آدمی اس سارے ملکِ مصر میں اپنا پاؤں ہلانے نہ پائے گا اور فرعون نے یوسف کا نام صفنات فعیح (جہاں پناہ) رکھا۔''

(عهد نامه قديم ، پيدائش ، باب ٤١ ، آيات ٣٩،٤٥)

یہ تو یوسف علیہ السلام کے سلسلے میں فرعون کا بیان اور اس کی کارروائی تھی، جو اس نے انجام دی تھی، اب آیئے دیکھیں، خود یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے اپنے بارے میں کیا بتاتے ہیں:

''پس تم نے نہیں، بلکہ خدا نے مجھے یہاں بھیجا اور اس نے مجھے گویا فرعون کا باپ اور اس کے سارے گھر کا خداوند اور سارے ملک مصر کا حاکم بنایا، سو تم جلد میرے باپ کے پاس جا کر اس سے کہو: تیرا بیٹا یوسف یوں کہتا ہے کہ خدا نے مجھ کو سارے ملک کا مالک کر دیا ہے، تو میرے پاس چلا آ،

دیر نہ کر...... اور تم میرے باپ سے میری ساری شان و شوکت کا، جو مجھے مصر میں حاصل ہے اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے، سب کا ذکر کرنا۔"

(عهد نامه قديم ، پيدائش ، باب ٤٥ ، آيات ١٣،٩،٨)

اس کے بعد دیکھئے یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے اور یوسف علیہ السلام کے والد یعقوب علیہ السلام سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیا بتاتے ہیں:

"اور وہ مصر سے روانہ ہوئے اور ملک کنعان میں اپنے باپ یعقوب کے پاس پہنچے اور اس سے کہا: یوسف اب تک جیتا ہے اور وہی سارے ملک کا حاکم ہے۔"

(حواله سابق، آيات ٢٥ ـ ٢٦)

قرآن کی گواہی

عہد نامہ قدیم (تورات) کی مذکورہ آیات سے دو باتیں نہایت واضح ہیں: مصر کا فرعون، یوسف علیہ السلام کا عقیدت مند اور ان سے بے انتہا متاثر ہو گیا تھا، پھر اس نے مصر کے تمام ذرائع و وسائل یوسف علیہ السلام کو سونپتے ہوئے انہیں پورے ملک کا حاکم و مالک و مختار بنا دیا۔ یہی بات ہے جو قرآن مجید کی آیات

﴿اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ﴾(یوسف: ٥٥)

"تو مجھے ملک کے تمام ذرائع و وسائل پر فائز کر۔" اور ﴿رَبِّ قَدْ آتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ﴾

(یوسف: ١٠١)

"میرے رب! تو نے مجھے حکومت عطا فرمائی۔"

میں کہی گئی ہے، اس کا ترجمہ و تفسیر جید علماء مفسرین نے بھی وہی کیا ہے، جو تورات کے مذکورہ بیانات کے مطابق ہے، چنانچہ شیخ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ﴿اجعلنی علیٰ خزائن الارض ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"چنانچہ بجائے اس کے ان کو کوئی خاص منصب دیتا مثل اپنے پورے اختیارات ہر قسم کے دے دیئے، گویا حقیقت میں بادشاہ یہی ہو گئے۔ تو برائے نام وہ بادشاہ رہا اور یہ عزیز کے عہدے

سے مشہور ہوئے۔" (مختصر بیان القرآن)

ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے مذکورہ آیات کی تفسیر میں تفصیل سے یہی بتایا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو مملکتِ مصر کا حکمران و مختار بنایا گیا تھا۔

(ترجمان القرآن، جلد سوم: ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ، تفسیر سورۃ یوسف ۱۲:۵۲،۵۶،۱۰۱، ص ۷۶۷-۷۶۹، ۸۰۲،۸۰۳)

کیا حکومت مسلمانوں کے لیے ٹھیک نہیں؟

اس طرح وحید الدین خاں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے سلسلے میں جو من گھڑت، باطل، جھوٹی، نظامِ باطل سے ہم آہنگ تصویر پیش کی تھی، اس کی حقیقت آشکارا ہوگئی اور یہ بات معلوم ہوئی کہ خاں صاحب، عصری اسلوب و تقاضوں کے تحت کس طرح منافقانہ اور عیارانہ روش اختیار کرتے ہوئے اللہ اور اس کے بندوں کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لگے ہاتھوں آیت ﴿اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف: ٦٧) کا ترجمہ و تفسیر ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے کیا کیا ہے، وہ بھی ملاحظہ کر لیجیے، کیوں کہ وحید الدین خاں عام مفہوم کے علی الرغم "الحکم" سے مراد صرف اللہ کا فوق الفطری اقتدار لیتے ہیں اور انسانوں کی حکومت و سیاست کو حاکمیت الٰہ (اطاعت الٰہی) سے باہر کر دیتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام اپنے ساتھی قیدیوں کو خواب کی تفسیر بتانے سے پہلے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے یارانِ مجلس! (تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ) جدا جدا ربوں کا ہونا بہتر ہے یا اللہ کا جو یگانہ اور سب پر غالب ہے۔ تم اس سے سوا جن ہستیوں کی بندگی کرتے ہو، ان کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ہے کہ محض چند نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نہیں اتاری، حکومت تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ صرف اس کی بندگی کرو اور کسی کی نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے، مگر اکثر آدمی ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔"

(ترجمان القرآن، جلد سوم: ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ، ص ۷۵۲،۷۵۳)

"ان الحکم الا للہ" سورہ یوسف میں دوسری بار اس موقع پر آئی ہے، جب یعقوب علیہ السلام، بن یامین سمیت اپنے بیٹوں کو مصر روانہ کر رہے ہیں اور انہیں مصر میں داخل ہوتے وقت کچھ احتیاطی

مشورے دے رہے ہیں:

''اور باپ نے انہیں (چلتے وقت) کہا: اے میرے بیٹو (دیکھو جب مصر پہنچو تو شہر کے) ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا، جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا، میں تمہیں کسی ایسی بات سے نہیں بچا سکتا، جو اللہ کے حکم سے ہونے والی ہو، (لیکن اپنی طرف سے حتی المقدور احتیاط کی ساری تدبیریں کرنی چاہئیں)، فرماں روائی کسی کے لئے نہیں ہے، مگر اللہ کے لئے۔ (دنیا کے سارے حکمرانوں کی طاقت اس کے آگے ہیچ ہے) میں نے اس پر بھروسا کیا ہے اور وہی ہے جس پر تمام بھروسا کرنے والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔'' (حواله سابق ، ص ٧٧٤، ٧٧٥)

اس کی تشریح میں ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان الحکم الا للہ'' اصل فرماں روائی تو اللہ ہی کے لئے ہے، وہ نہ چاہے تو مصر کا حکمراں کیا کر سکتا ہے، پس جو کچھ بھروسا ہے، اس پر ہے، البتہ اپنی طرف سے تدبیر و احتیاط ضرور کرنی چاہیے۔'' (حواله سابق ، ص ٧٧٨)

خاں صاحب کا ''اسلام''

اوپر کے ترجمے و تفسیر سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اللہ کی حکومت اور فرماں روائی دنیا و آخرت دونوں پر محیط ہے، اس کے آگے سب مجبور و محکوم و غلام ہیں، اللہ نے انسان کو دنیا کی خلافت عطا کر کے آزمایا ہے کہ وہ اپنے دائرۂ اختیار میں اللہ کی فرماں روائی و حکومت کو تسلیم کر کے اپنے عام معاملات، گھر، خاندان و معاشرے، حکومت و سیاست میں اس کے احکام کی بجا آوری کرتا ہے یا طاغوت و شیطان کی حکمرانی تسلیم کر کے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے غضب کا شکار ہوتا ہے۔ وحید الدین خاں صاحب اس تفسیر کو باطل قرار دیتے ہیں اور غلط طور سے یوسف علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے سیاست و حکومت کو اسلام سے باہر کر کے سیکولر طاقتوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔

خان صاحب چاہتے ہیں کہ حکومت کی باگیں اور اقتدار کی کنجیاں، سب سیکولر طاغوتی طاقتوں

کے حوالے کر دینی چاہئیں اور خود چپ چاپ خالی خولی عبادت میں مصروف ہو جانا چاہیے۔ ایسی عبادت جس کا کسی سے، یہاں تک کہ شیطان و ابلیس تک سے کوئی ٹکراؤ نہ ہو، بلکہ ایسی عبادت جو خود ابلیس اور ابلیسی طاقتوں کے نزدیک پسندیدہ و مطلوب ہو، چنانچہ موصوف فرماتے ہیں:

''آپ اسلام کے عقیدے کو مانیں، اسلامی طریقے پر عبادت کریں، اسلام کے اخلاقی اصولوں کی پابندی کریں تو یہ آپ کا ایک ذاتی عمل ہوتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے کسی اور کے ساتھ آپ کا ٹکراؤ پیش نہیں آتا، لیکن جب آپ نشانہ یہ بنائیں کہ مجھے زمین پر اسلامی حکومت قائم کرنا ہے تو یہ نشانہ خود آپ کو دوسرے سے ٹکرا دیتا ہے۔'' (الرسالہ، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص ۲٤)

یہ ہے خاں صاحب کا اسلام، جو کسی برائی، غلط اور ناجائز و حرام، فساد و بگاڑ والے کسی کام سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، پورے طور سے سب کو ترقی کے مواقع فراہم کرتا ہے، اگر کسی کو ایسے مؤثر و جان دار مواقع نہیں دیے جاتے ہیں تو وہ اسلام ہے، ظاہر ہے کہ سیکولرازم کی صحیح تعبیر یہی ہے۔

حقیقی اسلام تو یہ ہے

اب یہ بات دوسری ہے کہ خاں صاحب کا یہ تصورِ اسلام، اللہ کے منتخب نمائندوں، رسولوں اور انبیاء تک کو اسلام کی غلط دعوت دینے والا ٹھہراتا ہے، کیوں کہ جب بھی انبیاء و رسولوں نے اسلام پیش کیا تو کچھ معدودے چند استثنائی حالات کو چھوڑ کر انہیں اپنے معاشرے اور حکومت سے شدید مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ تصورِ اسلام جس میں کسی قسم کی آزمائش نہ ہو، وہ اسلام اللہ کی جانب سے ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا ہے:

''کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اتنا کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں، ہم انہیں بے آزمائے چھوڑ دیں گے۔ ہم نے ان سے اگلوں کو بھی آزمایا ہے۔ یقینی طور سے (آزمائشوں کے ذریعے) ہم دیکھیں گے کہ کتنے لوگ (ایمان کے معاملے میں) سچے ہیں اور کتنے جھوٹے ہیں۔'' (العنکبوت: ۲،۳)

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ان آزمائشوں کی مزید وضاحت فرماتا ہے:

''اور (اے ایمان والو!) ہم لازمی طور سے خوف، بھوک، مال و جان اور پیداوار کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور (اے نبی!) تم (دین میں) ان ثابت قدم لوگوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ کی ملکیت ہیں اور ہمیں اسی کے پاس پلٹ کر واپس جانا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔'' (البقرہ: ۱۵۵۔۱۵۷)

اللہ تعالیٰ ان آزمائشوں کی کیفیت کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

''کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ جنت میں یوں ہی داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ تمہیں ابھی وہ حالات پیش ہی نہیں آئے، جو تم سے قبل (اہلِ ایمان) کو پیش آچکے ہیں۔ ان پر (مخالفین کے سبب) ایسی دشواریاں اور مصیبتیں آئیں اور وہ ہلا پھینکے گئے کہ (اس زمانے کے) رسول اور ان کے اہلِ ایمان ساتھی پکار اٹھے: آخر اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔'' (البقرہ: ۲۱۴)

وحید الدین خاں کے دعوے کے بالکل برخلاف اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ایمان کے ساتھ ٹکراؤ اور آزمائش اور تکلیف دہ صورتِ حال کا پیش آنا ناگزیر ہے۔ ''(اے اہلِ ایمان) ہم یقینی طور سے تمہیں تمہارے مال و دولت اور تمہاری جانوں کے سلسلے میں آزمائش میں مبتلا کریں گے اور تم لازمی طور سے اہلِ کتاب اور مشرکین سے تکلیف دہ باتیں سنو گے، اگر تم نے (دین میں) ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے معاملات میں سے ہے۔''
(آل عمران: ۱۸۶)

کیا صرف عبادتی اعمال کا نام ہی اسلام ہے؟

خاں صاحب نے جو تصورِ اسلام پیش کیا ہے، اس کی رُو سے صرف نتائج و اثرات سے خالی چند عبادتی اعمال کی انجام دہی اسلام ہے، باقی تمام اُمور سیکولر اسٹیٹ کے ذمے ہیں کہ وہ اس کو انجام دے، اس کے باوجود بھی وہ فرماتے ہیں کہ سیکولرازم مذہب کو مکمل آزادی عطا کرتا ہے۔

''جدید جمہوریت میں اس کے برعکس سیکولر پالیسی کو اختیار کیا گیا، یعنی مشترک مادی اُمور کو ریاست کے دائرے میں رکھنا اور مذہب اور کلچر کے معاملے میں لوگوں کو کامل آزادی عطا کرنا......

چنانچہ انڈیا سے لے کر امریکہ اور برطانیہ تک سیکولر اسٹیٹ کے اصول کو اختیار کیا گیا۔ اس کا مطلب مذہبی مخالفت نہیں، بلکہ مذہبی عدمِ مداخلت ہے، چنانچہ ان ملکوں میں ہر مذہبی گروہ کو مکمل آزادی حاصل ہے، ان ملکوں میں جو چیز ممنوع ہے، وہ صرف تشدد ہے نہ کہ اپنے مذہب پر عمل۔''

(الرسالہ، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص ۳۲)

کیا سیکولر ریاستوں نے صحیح معنوں میں مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دے رکھی ہے؟ حقائق تو اس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ مغربی ممالک اور بیش تر سیکولر مشرقی ممالک میں تو پردے اور حجاب تک پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ ہم جنس پرستی، بدکاری، عریانیت اور بے پردگی کے خلاف آواز بلند کرنے کو جمہوری قدروں کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے تو یہاں نکاح، طلاق وغیرہ جیسے عائلی معاملات تک میں عدالتیں جس طرح مداخلت کر رہی ہیں، اس نے ہندوستان میں اسلام کے بچے کھچے عائلی قوانین کو بھی بے اثر بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ تمام باتیں اتفاق نہیں ہیں، بلکہ سیکولرازم کے منشاء کے عین مطابق ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ سیکولرازم کی مذکورہ خوش نما تعبیر کی حقیقت کیا ہے! جناب اے بی شاہ اپنی کتاب ''سیکولرزم ہندوستان میں'' میں فرماتے ہیں:

''ریاست اپنے لئے یہ حق ریزرو رکھتی ہے اور بعض اوقات اس کا استعمال بھی کرتی ہے کہ مختلف قوموں میں پُرامن بقائے باہم اور تہذیبی ارتقاء کے مفاد میں وہ مذہبی اعمال میں مداخلت کرے...... امریکہ کے برعکس ہندوستان میں ریاست، مذہب کے وجود کو گوارا ہی نہیں کرتی، بلکہ قانون سازی اور ترغیب وتشویق کے ذریعے اس میں اصلاحات بھی کرتے رہنا چاہتی ہے۔ یہ بات خصوصیت سے ہندو مذہب کے بارے میں صحیح ہے، اگرچہ اس کے آثار موجود ہیں کہ کچھ عرصے بعد اسلام کے سلسلے میں بھی ریاست اسی طرح سرگرم اقدام کرے۔''

(Secularism in India: A.B. Shah, P.)

یہی بات پروفیسر اسمتھ اپنی کتاب ''ہندوستان بحیثیت سیکولر اسٹیٹ'' میں فرماتے ہیں:

''بظاہر یہ ایک متناقض بات معلوم ہوتی ہے، لیکن سیکولر ریاست کو اپنے اقتدارِ اعلیٰ کے استقرار اور اپنے سیکولر ہونے کے استحکام کی خاطر مذہب میں بہت زیادہ بنیادی اور ممکن تبدیلیاں لانا ناگزیر

ہے۔ ریاست سے دستور نے مطالبہ کیا ہے کہ ہندومت اور اسلام کو ان سماجی قانونی دستوروں سے، جنہوں نے انہیں ہمہ گیر نظامِ زندگی کی حیثیت سے ممیز کر دیا ہے، محروم کر دے اور ان دو عظیم مذہبی نظاموں کو پرائیویٹ عقیدے اور عبادات و اعمال کے گوشے تک محدود کر دے۔''

(India as a Secular State: Prof. Smith, p.498)

یہ ہے مذہب کے تعلق سے سیکولرزم کی عملی تعبیر جو ہندوستان اور مغرب کے سیکولرزم کے دو ماہرین نے ہندوستان کے تناظر میں، ہمارے سامنے پیش کی ہے، اس طرح ہمارے سامنے یہ بات بخوبی نکھر کر آ جاتی ہے کہ سیکولرازم کی یہی وہ عملی تعبیر ہے، جس کے تحت وحید الدین خاں اسلام میں تحریف کر کے اس کو سیکولر ڈھانچے کے مطابق بنانا اور اسے مسلمانوں کے درمیان رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ باطل طاغوتی حکومتوں اور ان کی پالیسیوں کے آلہ کار کے طور پر بالکل اسی طرح کام کر رہے ہیں، جس طرح کہ اپنے دور میں مرتد مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں اور ان کی پالیسیوں کے آلہ کار کے طور پر کام کر رہے تھے۔

غلام احمد قادیانی اور وحید الدین خاں کے درمیان اشتراک

نبی کاذب مرزا غلام احمد قادیانی اور منکر حقیقتِ رسالتِ محمدی ﷺ وحید الدین خاں کے درمیان بہت سی باتوں میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ دونوں کے یہاں دعوت مشن کا بہت تذکرہ ملتا ہے، ان دونوں کے یہاں ایک ایسی دعوت کا غلغلہ بلند کیا جاتا ہے، جو دینی اساسیات کے حقیقی مفہوم و معانی سے خالی ہوتی ہے، جس میں پروپیگنڈے کی اہمیت ہوتی ہے، لیکن حقیقی روح ناپید ہوتی ہے، دونوں حکومتِ وقت کے ساتھ مکمل مصالحت و موافقت کا رویّہ اپناتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے مرہونِ منت رہتے تھے تو وحید الدین خان سیکولر مغربی تہذیب کی افادیت میں رطب اللسان ہیں۔ دونوں اسلام میں حکومت کی اہمیت سے انکار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی دونوں جہاد و قتال کو مختلف وجوہات کو بنیاد بناتے ہوئے موجودہ دور میں بالکلیہ مسترد کر رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح دونوں ایک طرف ظالم حملہ آوروں کی جانب سے مسلمانوں پر تھوپی ہوئی جنگ کے ذریعے ہونے

والے ظلم و جارحیت اور استعماریت کو کھلا لائسنس فراہم کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف جہاد کو کالعدم ٹھہرا کر، مظلوم مسلمانوں کو دفاعی طور سے بھی جنگ کی ممانعت کر رہے ہوتے ہیں کہ

''موجودہ دور میں جنگ ناقابلِ اختیار ہے اور جنگ کا انتخاب صرف ایک دیوانگی کا فعل ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔'' (ماهنامه الرساله، نئی دهلی، جون ۲۰۰۷ء، ص ٦)

لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور وحید الدین خاں، دونوں کے دونوں خروجِ دجال اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے نزول کے منکر ہیں، لیکن اپنی ''فکرِ باطل'' کے اظہار کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود، مثیلِ مسیح، بروزِ مسیح کا نظریہ پیش کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کی حقیقت رسالت کو نشانہ بناتے، آپ کی اہانت و تضحیک کرتے اور اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوے اور رول ماڈل کو موجودہ زمانے میں بے حیثیت و ناقابلِ اختیار و عمل بتاتے ہیں اور اپنی ذات اور نام نہاد سرگرمیوں کو نمایاں کرنے کے لئے رسالت و نبوت کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔

اپنے مذموم مقاصد کی بجا آوری کے لئے دونوں قرآنی آیات کے مفہوم میں من مانی تحریف کرتے اور صحیح احادیث کا یا تو انکار کرتے ہیں یا اس کی خود ساختہ من چاہی تاویل و تشریح کر کے انہیں ان کے اصل مفہوم و معنی سے بالکل بے گانہ کر دیتے ہیں، چنانچہ رسالتِ محمدی ﷺ کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لئے وحید الدین خاں یوں رقم طراز ہیں:

''یہی معاملہ پیغمبر اسلام ﷺ کا بھی ہے، آپ بلاشبہ آخری نبی (Final Prophet) تھے، لیکن آپ ہر صورت کیلئے آخری نمونہ (Final Prophet) نہ تھے، چنانچہ قرآن میں آپ کے لئے ''اُسوۂ حسنہ'' کا لفظ آیا ہے، نہ کہ اُسوۂ کاملہ کا۔ (الاحزاب: ۲۱) کسی پیغمبر کو فائنل ماڈل سمجھنا خدا کے قائم کردہ قانونِ فطرت کی تنسیخ کے ہم معنی ہے۔ ایسی تنسیخ ممکن نہیں، اس لئے عملی اعتبار سے کسی پیغمبر کا فائنل ماڈل ہونا بھی ممکن نہیں۔ فائنل پرافٹ کا تعلق دین کے نظریاتی حصے سے ہے اور نظریاتی اعتبار سے بلاشبہ ایک پیغمبر فائنل ہو سکتا ہے، لیکن ماڈل کا تعلق خارجی حالات سے ہے۔ یہ حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، اس لئے عملی طور سے کوئی ایک پیغمبر فائنل ماڈل نہیں بن سکتا۔

قرآن کی اصطلاح کے مطابق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ پیغمبر اسلام ﷺ ''الدین'' کے اعتبار سے فائنل پیغمبر تھے، لیکن ''منہاج'' کے اعتبار سے آپ فائنل ماڈل نہ تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حدیث میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آخری زمانے میں مسیح دوبارہ نازل ہوں گے۔

جیسا کہ معلوم ہے پیغمبر آخرالزماں کا زمانۂ نبوت قیامت تک ہے، اس لئے اب آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کا شخصی طور پر آنا ناقابلِ فہم بات ہے، اس لئے ان روایات کو درست مانتے ہوئے ان کی صحیح تاویل یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں حالات کے اندر ایسی تبدیلیاں واقع ہوں گی کہ حالات کے اعتبار سے حضرت مسیح کا عملی ماڈل زیادہ قابلِ انطباق (applicable) بن جائے گا۔''

(الرسالہ، جون ۲۰۰۷ء ص ۵-٤)

وحید الدین کا خود کو مہدی ثابت کرنا

چوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مانند، وحید الدین خان کو خود اپنے آپ کو مسیحی ماڈل کا رول ماڈل بنا کر پیش کرنا تھا، اس لئے انہوں نے ایک طرف اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوے کو اُسوۂ کاملہ ماننے سے انکار کرتے ہوئے آپ کے اُسوے کو اُسوۂ ناقصہ قرار دیا، وہیں اپنی مطلب براری کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے نزول سے متعلق احادیث کا انکار کر کے انہیں اپنے خودساختہ دعوے کی بھینٹ چڑھانے کے لئے ان سے ایسے معنی و مفہوم اخذ کئے، جو اگرچہ قرآن و احادیث کی اساسی تعلیمات سے ٹکراتے ہیں، لیکن وحید الدین خاں کے فاسد عزائم کی بجاآوری کے لئے موزوں قرار پاتے ہیں۔ اپنے مذموم مقاصد کی بازیابی کے لئے وحید الدین خاں کہیں تو مسیحی ماڈل کی آمدِ ثانی جیسے الفاظ لگاتے ہیں، کہیں مہدی اور مجدد کے الفاظ سے اس کی شناخت کو پیش کر کے اپنی شناخت اس طرح کرانا چاہتے ہیں کہ ان کے الفاظ میں موجودہ دور میں اللہ کے رسول ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی معنویت ختم ہو چکی ہے، کیوں کہ آپ کا اُسوہ اس دور میں قابلِ انطباق نہیں ہے، اب وہی اُسوہ اور نقشہ قابلِ انطباق ہے، جو مسیحی ماڈل کی آمدِ ثانی یا شکل جدید کی صورت میں یا مجدد و مہدی کی شکل میں وحید الدین خان کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آیا

ہے۔ غرض آمدِ ثانی والا مسیحی ماڈل ہو یا مجدّد و مہدی کی تعریف، ان سب میں وہی خصوصیات بتائی گئی ہیں جو کہ عصری تقاضوں کے مطابق وحید الدین خاں کو مطلوب و پسندیدہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے خان صاحب کی اس سلسلے میں پیش کی گئی عبارتیں:

''احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں اُمت مسلمہ میں ایک شخص پیدا ہوگا، جس کو المہدی کا نام دیا گیا ہے۔ المہدی کوئی سیاسی لیڈر نہیں ہوگا۔ وہ حکومت قائم کرنے کے لئے نہیں اُٹھے گا، بلکہ اس کا کام یہ ہوگا کہ وہ دورِ آخر کے زیادہ بدلے ہوئے حالات میں اسلام کے حقیقی نقطۂ نظر کو دریافت کرے اور اس کے مطابق اصلاح اور دعوت کا عمل جاری کرے تاکہ اسلام دوبارہ اپنی اصل صورت میں قائم کر دے۔'' (حوالہ سابق ۲۰۰۶، ص ۲۸)

ایک دوسرے مقام پر وہ اپنے معتقدین کی ذہن سازی اس طرح کرتے ہیں کہ:

''پچھلے زمانوں میں جتنے مجدّد اُٹھے، وہ سب جزئی معنوں میں مجدّد تھے، نہ کہ کلی معنوں میں۔ میرے مطالعے کے مطابق مجدّدِ کامل صرف آخری زمانے میں پیدا ہوگا اور غالباً یہی ہے، جس کو حدیث میں مہدی کہا گیا ہے۔ مہدی دراصل مجدّدِ کامل کا دوسرا نام ہے۔ مزید یہ کہ مہدی صرف مہدی ہوگا، وہ ہادی نہیں ہوگا، یعنی وہ خود اعلیٰ درجے کی معرفتِ دین کا حامل ہوگا اور وہ دوسروں کو اس سے باخبر کرے گا، مگر ایسا نہیں ہوگا کہ اس کے گرد لوگوں کی بھیڑ اکٹھی ہو جائے۔ وہ سارے عالم میں ہدایت کا انقلاب برپا کر دے اور وہ پورے کرۂ ارض پر اسلام کی حکومت قائم کر دے۔''

(حوالہ سابق اپریل ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۹)

اس اندیشے کے پیشِ نظر کہ کہیں وحید الدین خاں کے معتقدین مولانا صاحب کی صحیح شناخت مجدّد، مہدی اور مسیحی کے ماڈل کی طور پر نہ کر پائیں، مزید وضاحت کرتے ہوئے خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''اصل یہ ہے کہ حالیہ تین سو سالہ دور ایک نیا دور تھا، جس کو سائنسی دور یا غیر روایتی دور کہا جا سکتا ہے، جب کہ اس سے پہلے ہزار سالہ دور روایتی دور تھا۔ پچھلے روایتی دور میں تقلیدی قسم کی تجدید کافی تھی، چنانچہ پچھلے دور کے مسلم رہنما اپنے اندر کوئی نئی صلاحیت پیدا کئے بغیر تجدید کا کام اس وقت کے

روایتی ڈھانچے میں انجام دے سکتے تھے، مگر سائنسی اور صنعتی انقلاب کے بعد دنیا ہر اعتبار سے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی تھی۔ اب تجدید کے ساتھ اجتہاد کی ضرورت تھی، وہ بھی کامل اجتہاد، نہ کہ جزئی اجتہاد۔ اب ایک مجتہدِ مطلق درکار تھا، جو قرآن و سنت سے گہری واقفیت کے ساتھ زمانی تبدیلیوں سے بخوبی واقف ہو۔ زمانۂ حاضر میں کسی ایسے صاحبِ بصیرت مجتہد کے فقدان کا نتیجہ یہ ہوا کہ مطلوبہ تجدیدی کام نہ ہو سکا۔ کامل مجدد کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہمہ گیر سیاسی انقلاب برپا کرے۔ کامل مجدد دراصل وہ ہے، جو زمانی تبدیلی کے بعد نئے غیر روایتی حالات میں اسلام کی فکری تشکیل کر سکے۔'' (حوالہ سابق، ص ١٤)

کوئی خلجان کسی کے ذہن میں باقی نہ رہے اور اسے مہدی و مجدد و جدید مسیح کی تلاش میں کوئی پریشانی نہ ہو اور وہ سیدھا نظام الدین ویسٹ میں وحید الدین خاں کی رہائش گاہ جا کر ان سے بیعت ہو جائے، اس کے لئے مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حدیث میں یہ پیشین گوئی آئی ہے کہ آخری زمانے میں ایک شخص پیدا ہو گا، جس کو حدیث میں مہدی کہا گیا ہے، یعنی ہدایت پایا ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مہدی دورِ آخر کا وہ انسان ہو گا، جس کو اوپر مجددِ کامل کہا گیا ہے وہ کوئی عالمی حکومت قائم نہیں کرے گا، بلکہ اپنی معرفت اور بصیرت کی بنیاد پر وہ اس قابل ہو گا کہ بدلے ہوئے حالات میں اسلام کو ازسرِ نو دریافت کرے اور عصری انداز میں اس کی مکرر تشکیل کر سکے۔ اس مہدی کی حیثیت ایک رول (role) کی ہے۔ اس کی حیثیت پیغمبر کے مانند ایک نام زد عہدے کی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہدی فرد یہ دعویٰ نہیں کرے گا کہ وہ مہدی ہے، البتہ دوسرے لوگ اس کے کام کو دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ یہی وہ شخص ہے جس کو حدیث میں مہدی کہا گیا ہے۔ اس آنے والے انسان کو حدیث میں ہادی کے بجائے مہدی کہنے میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ جب وہ ظاہر ہو گا تو ایسا نہیں ہو گا کہ لوگ بہت بڑی تعداد میں اس کے گرد اکٹھا ہو جائیں۔ وہ ایک مفکر اور مصلح ہو گا، نہ کہ عالمی سیاسی لیڈر۔ اس کا وجود فکرِ اسلامی کے اظہار کا ذریعہ بنے گا، نہ کہ اہلِ اسلام کے عمومی سیاسی اقتدار کا ذریعہ۔ وہ نظریاتی معنوں میں عارف باللہ ہو گا، نہ کہ سیاسی معنوں

میں کوئی سلطان۔'' (حوالہ سابق، ص ١٦)

مہدی کا ظہور وحید الدین کی صورت ہو چکا ہے

مہدی اور مجدّد کی مذکورہ بالا تعریف کے بعد اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اصل حقیقت پر سے پردہ اٹھایا جائے اور یہ بتایا جائے کہ وہ کوئی اور نہیں ایک ''رجل مومن'' ہی ہو گا جو کہ دجال کو فکری اعتبار سے قتل کرے گا، دجالی فتنے کو ایکسپوز کر کے دینِ حق کی عظیم ترین گواہی دے گا، وہ اسپرچول آئیڈیالوجی کا نمائندہ ہو گا، جسے حدیث میں مہدی اور عیسیٰ بن مریم کے نام سے بتایا گیا ہے، حقیقت میں مہدی و مسیح ایک ہی شخصیت ہیں، جس کا ظہور ''رجل مومن'' کی صورت میں ہو گا۔ اگر اب بھی قارئین وحید الدین خاں کو پہچان کر ایمان نہ لائیں تو قصور کس کا ٹھہرایا جائے گا۔ بہرحال دیکھئے خاں صاحب عصری اسلوب میں کس طرح دین کی عظیم ترین گواہی دے رہے ہیں:

''دجالیت دراصل ایک علمی فتنہ ہو گا اور رجلِ مومن بھی اس کا خاتمہ علمی دلائل کے زور پر کرے گا۔ حدیث میں عظیم شہادت کا لفظ اسی معنیٰ میں آیا ہے۔ اس میں ''شہادت'' سے مراد گواہی ہے نہ کہ جان کی قربانی۔ دینِ حق کی یہی وہ عظیم ترین گواہی ہے، جس کو حدیث میں ''قتلِ دجال'' کہا گیا ہے۔ دجال اکبر کا مقابلہ کرنے والے اس رجلِ مومن کو حدیث میں مہدی کہا گیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں مہدی اور مسیح دونوں کو ایک شخصیت بتایا گیا ہے۔

اس اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ دجال، شیطانی کلچر کا نقطۂ انتہا ہے اور مہدی ربانی کلچرل کا نقطۂ انتہا۔ دجال میٹریل آئیڈیالوجی کا نمائندہ ہے اور مہدی اسپرچول آئیڈیالوجی کا نمائندہ۔ میٹریل آئیڈیالوجی کا نشانہ دنیا میں جنت کی تعمیر ہے اور اسپرچول آئیڈیالوجی کا نشانہ آخرت میں جنت کی تعمیر۔'' (حوالہ سابق، اگست ٢٠٠٧ء، ص ٤)

مذکورہ بالا عبارت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مہدی مسیح اسپرچول آئیڈیالوجی کا نمائندہ ہو گا، جس کا ظہور وحید الدین خاں کی صورت میں ہو چکا ہے، اس لئے کہ الرسالہ کا انگریزی "The Spritual Message" کے نام ہی سے شائع ہوتا ہے۔ مجدد، مہدی اور عیسیٰ

مسیح سے متعلق اوپر جس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، اہلِ نظر جانتے ہیں کہ وہ کچھ اور نہیں، نبی کاذب مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات ہیں، جو منکر حقیقتِ رسالت وحید الدین خاں نے جدید عصری منافقانہ و ملحدانہ تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے بظاہر عصری سائنسی اسلوب میں پیش فرمائے ہیں، تاکہ احادیث کے انکار کی تہمت بھی ان پر نہ لگ سکے اور منکرینِ رسالت و نبوت کے فریضے کی انجام دہی اس طرح ہو جائے کہ یہ تأثر قائم کیا جاسکے کہ دورِ جدید میں دین کا تجدیدی کام انجام پا رہا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام اور جہاد کے متعلق احادیث کا انکار

وحید الدین خاں نے قیامت سے قبل دجال کے خروج اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے نزول اور دجال سے ان کے جہاد سے متعلق انتہائی واضح، مستند اور ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک صحیح ترین احادیث کا انکار کیا ہے۔ یہ احادیث ایک دو نہیں ۳۰ کے قریب ہیں، جن کو پندرہ اکابر صحابہ، ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، نواس بن سمعان، عبداللہ بن عمرو بن عاص، حذیفہ بن اسید الغفاری، ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ، مجمع بن جاریہ، ابو امامہ باہلی، عثمان بن ابی العاص، عبداللہ بن عمر، سمرہ بن جندب، عمران بن حصین، اُمّ المومنین عائشہ زوجہ رسول اللہ ﷺ، سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔ یہ احادیث تمام قابلِ ذکر مستند کتب احادیث صحیح البخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن ابی داوٗد، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد، المستدرک للحاکم، معجم الکبیر، الطبرانی وغیرہ میں اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ موجود ہیں۔ اس کے علاوہ سلف و خلف کی عربی و غیر عربی کی تمام اہم و معتبر تفاسیر میں ان احادیث کو مسیح علیہ السلام سے متعلق مضمون میں بیان کیا گیا ہے اور قیامت سے قبل خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا انکار، نہ تو صحابہ و تابعین نے کیا اور نہ ہی محدثین و فقہا یا ائمہ اربعہ نے۔ اس کی شروعات موجودہ دور میں سر سید احمد خان اور مرزا غلام احمد قادیانی نے کی اور وحید الدین خاں صاحب نے اسے اپنے انجام تک پہنچایا ہے۔

خاں صاحب حدیث کا انکار کیوں کرنے پر مجبور ہیں

دجال و عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے متعلق احادیث کے مطالعے سے چند باتیں نہایت وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہیں:

(۱)......احادیث میں تو مثیل مسیح، بروز مسیح یا مسیحی ماڈل کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اس میں صاف اور واضح انداز میں مقامات و واقعات کی نشان دہی کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے۔

(۲)......دوسری بات جو کہ احادیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ بتائی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی موعود نازل نہیں ہوں گے، نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ احکامِ الٰہی میں کوئی ترمیم و تبدیلی کریں گے، نہ نئے احکام لائیں گے، نہ ہی وہ تجدیدِ دین کا کام انجام دیں گے اور نہ ہی وہ اپنے اوپر ایمان لانے کے لئے لوگوں کو بلائیں گے اور نہ ہی ان کی کوئی الگ اُمت ہوگی، بلکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوں گے، مسلمانوں کے امام کے پیچھے وہ نماز پڑھیں گے اور مسلمانوں کا جو بھی امیر ہوگا، اس کو آگے رکھیں گے۔ محمد ﷺ کی اُمت کے ایک فرد کی حیثیت سے مسلمانوں میں موجود رہیں گے اور وفات پائیں گے۔

(۳)......عیسیٰ علیہ السلام کی آمد، دجال مسیح کو قتل کرنے اور اس کے برپا فتنے کے ازالے کے لئے ہوگی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس سے اور اس کی فوجوں سے جنگ کریں گے۔ وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے، اسلام کے مخالفین اور جنگ کرنے والے یہودیوں اور انہیں اللہ کا بیٹا قرار دینے والے عیسائیوں کو قتل کریں گے، اِلّا یہ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

(۴)......ان کے آنے پر دجالِ مسیح کی صورت میں یہودیوں کا فتنہ ختم ہو جائے گا۔ اشرار عیسائیوں کے علاوہ عام عیسائیوں پر، عیسیٰ مسیح علیہ السلام، اللہ کے رسول ﷺ اور اسلام کی حقیقت واضح ہو جائے گی، وہ ایمان لے آئیں گے۔ چوں کہ کوئی عیسائی باقی نہ بچے گا، اس لئے مشرکانہ پس منظر ظاہر کرنے والی صلیبیں توڑ دی جائیں گی۔ خنزیر قتل کر دیئے جائیں گے اور انصاف ہی کا دور دورہ ہوگا۔ حقائق اتنے واضح ہوں گے کہ اسلام کے علاوہ تمام مذاہب کا اللہ کے حکم سے خاتمہ ہو جائے گا۔

احادیث میں بیان کردہ واضح حقائق کے انکار کے علاوہ وحید الدین خاں نے قرآن و احادیث

میں بیان کردہ قیامت کی تمام علامات ونشانیوں کو موجودہ دور میں اُلٹے سیدھے طریقے سے منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔(الرسالہ ، اپریل ۲۰۰۷ء ، ص ۲،۷ ، اگست ۲۰۰۷ء ، ص ۷،۹)

اور یہ بتایا ہے کہ قیامت بس آنے ہی والی ہے، کیوں کہ قیامت سے قبل نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں بیان کیا گیا ہے، اسے خاں صاحب کو، مسیحی ماڈل کی آمد ثانی قرار دیتے ہوئے اپنے اوپر منطبق کرنا تھا، تاکہ وہ اسلام کو اس کی شریعت سے علیحدہ کرکے تمام طاغوتی اداروں اور حکومتوں کے من چاہی اقدامات کو صحیح قرار دینے والا ایک مذہب بنادیں، اس طرح اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان کوئی خاص فرق باقی نہ رہے اور استعماری طاقتیں اپنے عزائم و ارادے پوری آزادی کے ساتھ مکمل کرتی رہیں، حالانکہ اسلام کے بدترین مخالفین کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کے مانند نہیں، بلکہ وہ ضابطۂ حیات کی صورت میں متعین قوانین کا حامل ہے اور یہ بات اس کی عبادت اور عبادت گاہوں سے بھی ظاہر ہے۔ چنانچہ یورپ کے مشہور ملک، سوئٹزرلینڈ میں مقیم مسلمانوں نے قانونی اجازت سے مسجد تعمیر کی اور پھر اس پر مینار بنانے کا پروگرام بنایا، اس پر دائیں بازو کی سوئز پیپلز پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ یلرخ فغتلوئر (Ulrich Fchluer) نے مینارے کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے مزعومہ اندیشے کی صورت میں درج ذیل خیالات کا اظہار کیا:

"Unlike other religions Islam is not only a religion. It is legal system that an Ideology. amaing to creat a different is Shariah." (The rise of mosques becomes catalyst for conflict across Europe, Daily Gardian, London. 11 October 2007).

''دیگر مذاہب کے برعکس اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں، بلکہ وہ ایک نظریۂ حیات بھی ہے جو شریعت کے نام سے بالکل مختلف قانونی نظام کو نافذ کرنے کے عزائم رکھتا ہے۔'' (ترجمہ عبارت مذکورہ)

میں آخر میں وحید الدین خاں کے سامنے وہی بات رکھ سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اللہ کے رسول ﷺ

کی مخالفت کرنے والوں سے فرمائی تھی، تا کہ وحید الدین خان اپنے انجام سے خبردار ہو جائیں:

''ہدایت کے واضح ہونے کے بعد جو رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مومنین (صحابہ) کے راستے کی علاوہ کسی اور راستے کی پیروی کرے گا، ہم اس کا رخ ادھر ہی کر دیں گے، جدھر اس کا رخ ہو گا، پھر اسے جہنم رسید کریں گے جو کہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔'' (النساء: ۱۱۰)

ربنا لا ترغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب.

آمین یا رب العالمین



اسلامی، تاریخی اور ادبی کتب کا مرکز ''صبح روشن''

کی دیدہ زیب اور معیاری کتب منظر عام پر آ چکی ہیں

نام کتاب	مؤلف	قیمت
آزادی کی قیمت	عبدالوارث ساجد	100/-
امثال القرآن	قاری محمد دلاور سلفی	250/-
امثال الحدیث	قاری محمد دلاور سلفی	200/-
ایمان بچائیے	ڈاکٹر عبدالرحمن العریفی	80/-
انبیائے کرام کا بچپن	عبدالوارث ساجد	140/-
اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے کا گناہ	الشیخ ابو یاسر	75/-
اقوال زریں	احمد سعید	180/-
انوکھا فاتح (بچوں کیلئے اسلامی اور تاریخی کہانیاں)	عبدالوارث ساجد	40/-
اپریل فول	عبدالوارث ساجد	65/-
اسلام میں تصور مزاح اور مسکراہٹیں	عبدالوارث ساجد	150/-
انبیا کے خواب	ضیاء اللہ سلفی	75/-
ازواج الانبیاء	عبدالرحمن رافت پاشا	250/-
بحرِ بے کنار (افسانے)	سدرہ سحر عمران	140/-
بہترین اور بدترین لوگ	حافظ محمد ابوبکر اسماعیل	70/-
تتلی کے تعاقب میں (ناول)	سدرہ سحر عمران	300/-
توحید کا قلعہ	ترجمہ احمد درویش	90/-
تحفۃ العروس	مھدی استنبولی	270/-
ثلاثیات بخاری	محمد حسنین شاکر	80/-

جاسوسی کہانیاں	(زیر طبع)	
جنت جانے کے 40 راستے	الشیخ محمد حسن ظاہری	35/-
جواب شکوہ	عبدالرحیم عزیزی	30/-
دکھوں کا علاج	محمد عظیم حاصلپوری	15/-
ذرا بتاؤ تو؟ (صحابہ کرام سے کیے گئے رسول اللہ ﷺ کے سوالات اور ان کے جوابات)	الشیخ محمد عظیم حاصلپوری	250/-
ذکر ودعا (روزمرہ کی دعاؤں کا مجموعہ)	محمد یوسف جھکڑ	20/-
روزے کے مسائل	الشیخ صالح المنجد	40/-
روشن ستارے	عبدالوارث ساجد	150/-
زندگیاں صحابہ کی	عبدالرحمٰن رافت پاشا	270/-
زندگیاں تابعین کی	عبدالرحمٰن رافت پاشا	220/-
سمندر میں لاش (بچوں کیلئے اسلامی اور تاریخی کہانیاں)	عبدالوارث ساجد	40/-
سنتیں جو چھوڑ دی گئیں	عبدالمالک القاسم	80/-
شب برأت	الشیخ محمد عظیم حاصلپوری	40/-
صحابہ کرامؓ کی نامور صاحبزادیاں	مولانا احمد خلیل جمعہ	250/-
غدار کا انجام (بچوں کیلئے اسلامی اور تاریخی کہانیاں)	عبدالوارث ساجد	40/-
غم نہ کریں۔	ڈاکٹر عائض القرنی	300/-
قرآن سن کے آنسو بہانے والے لوگ	نعیم الرحمٰن مکی	35/-
قصص القرآن (مستند)	الشیخ عبدالرشید القاسمی	660/-
قرآن سے انٹرویو	محمد عظیم حاصل پوری	25/-
کسریٰ کے کنگن (بچوں کیلئے اسلامی اور تاریخی کہانیاں)	عبدالوارث ساجد	40/-
کرسمس (عیسائیت سے مسلمانوں تک)	عبدالوارث ساجد	80/-
کشمیر کہانیاں	عبدالوارث ساجد	100/-

صبح روشن کی دیگر کتب



















پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

0321-4275767, 0300-4516709

www.subheroshan.com

